انتساب

کالا دھندہ کرنے والوں کے نام
جو نسلِ انسان کے قاتل ہیں

سرگوشی

اندھی راہیں ـــــ اُن لوگوں کی داستانِ الم ہے جو دولت کی خاطر ـــــ اپنی خواہشات کی خاطر ـــــ دوسروں کو زہر دیتے ہیں ـــــ یہ لوگ کیسے ہیں ۔ ؟" اس بات کا اندازہ آپ کو بیناجی کی اس تحریر سے ہو جائے گا ـــــ کہ انسان خودغرضی کی کس حد تک پہنچ چکا ہے ۔

زیرِ نظر تحریر ـــــ ایک ایسے انسان کی داستان ہے جو اپنے حسین مستقبل کی خاطر کالا دھندہ شروع کر دیتا ہے ـــــ لیکن اسے کیا کچھ کھونا پڑتا ہے ـــــ یہ تو وہی جانتا ہے، بیوی بچے اور سب سے اہم وہ احساس جو انسانی زندگی کو حرارت بخشا رہتا ہے اور اس سے چھن جاتا ہے دوسروں کو زہر دینے والے خود کب جیتے ہیں ـــــ ایسے لوگ دوسروں کے لیے ہی نہیں اپنے لیے بھی زہر بن جاتے ہیں

یہ کہانی اندھی خواہشات کی کہانی ہے ۔ پڑھیے اور اپنی رائے سے نوازیے ۔

(ادارہ)

سنٹرل جیل کے داخلی گیٹ سے باہر نکلنے والا انسان گو پنتالیس سال کا چہرے پر غبار لئے ہوئے تھا — لیکن صحت اس کے باوجود قابلِ رشک تھی — اپنی صحت کے بل بوتے پر وہ اپنی عمر سے دس سال کم نظر آ رہا تھا۔ کنپٹیوں پر چند ایک بال چاندی لئے ہوئے تھے۔ ورنہ وہ ہر لحاظ سے ایک اسمارٹ اور خوبرو نوجوان نظر آ رہا تھا۔ تھری پیس کے بہترین سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس وہ انسان اپنی غیر معمولی حیثیت کو باور کرا رہا تھا — اس کی چال میں ایک وقار تھا۔ ایک تمکنت اور ٹھہراؤ تھا — اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر کھڑی سیاہ رنگ کی بیوک پہ جمی ہوئی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس سیاہ رنگ کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس کی ڈرائیونگ سیٹ پہ ایک موٹا سا انسان سیاہ چشمہ لگائے اور ہونٹوں میں سگار دبائے بیٹھا ہوا تھا۔ جیل سے نکلنے والا۔

نوجوان گاڑی کے قریب آکھڑا ہوا۔ اندر بیٹھے ہوئے موٹے اور بھرے ہونٹوں والے نے سگار ہونٹوں سے نکال کر آنے والے کی طرف مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور بولا۔

"بیٹھ جاؤ وارث! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا ——"

"تم نکی ہو نا —— ؟" وارث اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک پہچانا تم نے وارث —— ایک سال پہلے ہی تو ملے تھے ——"

"مجھے یاد ہے کہ ہم ایک سال پہلے کہاں ملے تھے۔ مجھے تمہاری صورت سے نفرت ہے —— آئندہ تم میرے سامنے مت آنا اور اپنے گرو گھنٹال سے کہہ دینا کہ وارث اس قدر لاوارث نہیں تھا جو اُسے یوں نظر انداز کیا گیا۔ لہذا اس گاڑی کو لے جاؤ، میں اب کام نہیں کروں گا ——"

"یہ گاڑی تمہارے لئے باس نے نہیں بھیجی تھی ——" موٹا جس کا نام نکی تھا، سگار کا کونہ چباتے ہوئے بولا۔

لیکن وارث ایک تیز جھٹکے سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اب اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ چہرے کے خوب صورت نقوش پر کرختگی پیدا ہو گئی تھی —— پھر قریب سے گزرتی ہوئی خالی ٹیکسی کو اس نے رکنے کا اشارہ کیا تھا —— پھر کچھ دیر بعد وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چہرے پر اب بھی کرختگی کے آثار بدرجہ اتم موجود تھے۔ ٹیکسی

شاداب نگر کی طرف اڑے جا رہی تھی ہے وارث نے بیٹھتے وقت ڈرائیور سے کہیں چلنے کو کہا تھا۔ راستے میں اس نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی تھی۔ اور ڈرائیور کو گولڈ لیف کا پیکٹ لانے کو کہا تھا۔

کچھ دیر بعد جب ٹیکسی دوبارہ روانہ ہوئی تو وارث کے ہونٹوں میں سگریٹ دبا ہوا تھا۔ شاداب نگر میں اس کا فلیٹ تھا۔ جو اس نے کرایہ پر حاصل کیا ہوا تھا ۔۔۔ گو وہ ایک سال سے بند تھا اور اسے یقین تھا کہ بلڈنگ کے مالک نے تالا توڑ کر اس کا سامان باہر نہیں پھینکا ہوگا۔ کیونکہ جب اس نے وہ فلیٹ حاصل کیا تھا تو پورا پانچ ہزار روپیہ ایڈوانس ادا کیا تھا ۔۔۔ اس کے فلیٹ میں ضروریات زندگی کی ہر شے موجود تھی۔ دیکھا جائے تو اس بلڈنگ کے تمام فلیٹس میں سے زیادہ قیمتی سامان اور دلفریب آرائش سے مزین فلیٹ تھا۔ جب ٹیکسی شاداب نگر میں داخل ہو کر حجاز بلڈنگ کے سامنے رکی تو وارث نے اسے کرایہ دے کر فارغ کر دیا اور بڑے باوقار انداز میں وہ فلیٹ تک لے جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا پہلے فلور پہ بلڈنگ کا مالک تین خوب صورت کمرے کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھا اور اسی لائن کے آگے بیس پچیس قدموں کے فاصلے پہ خود وارث کا فلیٹ تھا ۔۔۔ جیب سے چابی نکال کر اس نے فلیٹ کا تالا کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن اچانک رک گیا ۔۔۔ کیونکہ اسے

فوراً احساس ہو گیا کہ فلیٹ کا دروازہ مقفل نہیں ہے۔
اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا ـــ؟ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا
پھر اس کی نگاہیں پیچھے پلٹ کر بلڈنگ کے مالک خان توقیر کے دروازے
کی طرف اٹھ گئیں ـــ لیکن وہاں کسی کو نہ پاکر واپس لوٹ آئیں۔
ایک لمحے کے لئے وارث کے چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا ہوئے
تھے۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے ہی دروازے پر دستک دے
دی تھی اور یہ دستک بڑی معزز قسم کی تھی ـــ لیکن جب اندر سے اس
معزز دستک کے جواب میں دروازے تک کوئی نہ آیا تو دوسری دستک
جارحانہ نوعیت کی تھی۔ اندر سے قدموں کی آواز ابھری اور دوسرے ہی
لمحے دروازہ کھلا اور وارث کے سامنے ایک نہایت ہی خوب صورت
عورت کھڑی تھی۔ عمر یہی کوئی تیس پینتیس کے لگ بھگ تھی۔ سرو قد، بڑی
بڑی آنکھیں، جو وارث پر جم گئی تھیں۔
"فرمایئے، کس سے ملنا ہے آپ نے ـــ؟"
"یہ فلیٹ کس کا ہے ـــ؟" وارث اسے گھورتے ہوئے بولا۔
"اگر آپ کا تعلق انکم ٹیکس والوں سے ہے تو مالک کا فلیٹ ادھر
کارنر پر ہے۔ خان توقیر نام ہے ان کا ـــ"
"میں آپ سے اس فلیٹ کی بات کر رہا ہوں ـــ"

"اس میں ـــــ میں رہتی ہوں ـــــ"

"اگر آپ رہتی ہیں تو میں کہاں رہوں گا ـــــ؟" وارث کے لہجے میں تلخی نمایاں تھی۔ اس نے کوٹ کی جیب سے گولڈلیف کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں داب لیا ـــــ اس سے پہلے کہ وہ سگریٹ کو شعلہ دکھاتا، وہ بول پڑی۔

"میں آپ کی بات سمجھی نہیں ـــــ"

"میرا نام وارث ہے اور اپنے گھر کے دروازے کے باہر کھڑا ہو کر اپنے آپ کو لاوارث محسوس کر رہا ہوں ـــــ"

"او تو آپ وارث صاحب ہیں ـــــ" وہ عورت جلدی سے بولی پھر راستہ دیتے ہوئے بولی۔

"تشریف لائیے ـــــ اندر چل کر گفتگو کر لیتے ہیں ـــــ"

وارث نے پھر اسے سر سے پاؤں تک گھورا اور بولا۔

"آپ کون ہیں ـــــ؟"

"میرا نام زہرہ جمال ہے۔ خان توقیر کی بہن ہوں اور ـــــ" وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی اور ہنس کر بولی۔

"میرا خیال ہے اگر باتیں اندر بیٹھ کر کر لی جائیں تو بہتر نہیں ـــــ"

"میں صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ فلیٹ میرا ہی ہے ـــــ؟"

"ہے تو آپ کا ـــــ"

"اگر میرا ہے تو آپ کیوں یہاں نظر آ رہی ہیں ـــــ؟ اور میرے فلیٹ کا تالا کیوں کھلا ہوا ہے ـــــ؟"

"لمبی کہانی ہے ـــــ آپ اندر تو تشریف لائیے ـــــ"

"اتنی لمبی بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ میری عدم موجودگی میں فلیٹ پر قبضہ کر لیا جائے ـــــ برائے مہربانی آپ فوری طور پر فلیٹ خالی کر دیں" وارث کا لہجہ بڑا اکھڑا ہوا تھا۔

"بھائی جان کہتے تھے کہ آپ بڑے حلیم اور اچھے انسان ہیں ـــــ"

"آپ کے بھائی جان کو غلط فہمی ہوئی ہوگی ـــــ براہِ مہربانی ـــــ"

"ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں ـــــ آپ کو آپ کا فلیٹ مبارک۔" اتنا کہہ کر وہ اندر جانے کی بجائے باہر نکل آئی۔ اس کا رُخ خان توقیر کے فلیٹ کی طرف تھا۔ جب وہ دروازے پر پہنچی تو اس نے پلٹ کر وارث کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہو گئی۔

'کیا چکر ہے یہ ـــــ؟' وارث بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ وارث پہلے اپنے بیڈروم میں داخل ہوا تھا ـــــ اور اپنی ہر شے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ہر شے قرینے سے اپنی جگہ پر موجود تھی بلکہ پورا فلیٹ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ جب وارث دونوں کمروں کا پوری طرح جائزہ

لے چکا تو صوفے پہ بیٹھ گیا اور وہ خاتون توقیر کی بہن زہرہ جمال کے بارے
سوچنے لگا کہ آیا اس نے میرے فلیٹ کو کیونکر استعمال کیا ہے ــــ اور خان
توقیر نے ایسا کیوں ہونے دیا ــــ ؟"

کچھ دیر بعد وہ باتھ میں نہانے کے دوران بھی یہی بات سوچ رہا تھا
لیکن جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو فارغ ہو کر صوفے پہ بیٹھ گیا صوفے
کی پشت سے ٹیک کر وہ آنکھیں بند کر چکا تھا ــــ اور اس کی زندگی کے
ورق جو بارہ سالوں پہ محیط تھے، آہستہ آہستہ کھل رہے تھے ــــ ماضی کے
دریچوں سے جہاں روشنی کی چند کرنیں پھوٹی تھیں وہاں اندھیرے کے کچھ
دھبے بھی اُبھرے تھے۔

پندرہ سال قبل جب وہ اپنے مستقبل کے روشن دنوں کی تلاش میں سرگرداں
تھا۔ جب اس کے دامن میں قدرت نے دو پھول جیسے بچے بھی ڈال
دیئے تھے ایک بیٹی اور بیٹا خرم ــــ اور اتنا جو اس کی زندگی کے افق
پہ یوں جگمگائے تھے کہ وارث کی زندگی کی جدوجہد بڑھ گئی تھی بے روزگاری
نے گو اسے بہت مایوس کر دیا تھا ــــ اور گھر کے اخراجات جو کسی لحاظ
سے بھی پورے نہیں ہو رہے تھے ــــ دن بدن اس کا حوصلہ پست کر
رہے تھے ــــ اور جب آہستہ آہستہ حالات ضرورت سے زیادہ خراب
ہو گئے تو وفادار بیوی اور پھول ایسے بچے کملا گئے۔ اور جب وہ باپ کی

گردن میں باہیں ڈال کر سکول کے اخراجات کے لیے چند سکے مانگتے تو
وارث اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ـــــ اور پھر وہی دن تھے جب
اس نے اپنے گھر کو بھوک سے بچانے کے لئے کالے دھندے میں ہاتھ
ڈال دیا ـــــ اور یہ کام اس کے ایک دوست نے کیا تھا ـ جس نے ہیروئن
جیسی لعنت اس کے اندر ڈال دی تھی ـــ بات بھوک سے چلی تھی اور
ہیروئن کا کام کرنے سے اس کی بھوک مٹ گئی ـ بچوں کو ہر آسائش میسر
ہو گئی ـ حالات بدلتے چلے گئے اور وارث مجرمانہ زندگی میں گردن تک
پھنستا چلا گیا ـــــ پھر وہ دن بڑا قیامت خیز تھا ـــــ بڑا اذیت سے بھرپور
تھا ـــــ جب اس کی بیوی کو اس کی مجرمانہ زندگی کے بارے علم ہوا تھا ـ
اور علم اس وقت ہوا تھا جب وارث کو پولیس نے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ـ
اسے چھ ماہ کی سزا ہوئی ـــ یہ دن تو آنا ہی تھا ـ جو انسان بوتا ہے، وہی
کاٹتا ہے اور وارث جس نے بھوک کو اس انداز سے مٹایا تھا کہ خود مٹ
جانا پڑا ـــــ تو یہ دن اس کے لئے دیکھنا مقدر تھا ـ جب اس کی بیوی
سائرہ کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو محبت کرنے والی بیوی اندر سے ٹوٹ
گئی ـ اس نے اپنے شوہر کو آنسوؤں سے بریز آنکھوں کے درمیان دیکھا
تھا ـ جیسے پورے سمندر کی اوس اس کی آنکھوں میں اتری ہوئی تھی ـ

"یہ کون سا راستہ تھا وارث ـــــ ؟"

اور وارث کے پاس، ایک محبت کرنے والے شوہر کے پاس، ایک شفیق باپ کے پاس بیوی کو مطمئن کرنے کے لئے کوئی جواب نہ تھا۔ اور سائرہ پھر بولی تھی۔ اس کے اندر کرب کا سمندر موجزن تھا۔

اندھیروں کا مسافر بننے سے پہلے یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ تم تنہا نہیں ہو۔ تمہارے ساتھ ایک ایسی عورت بھی ہے جو تمہاری ہمسفر اور محبوب بیوی ہے ـــــ"

وہ تب بھی کچھ نہ بولا تھا۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

وہ پھر بولی تھی اور اس بار اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

"خدا حافظ وارث ـــــ جب لوٹ کر آؤ ـــــ تو میرے گھر کے دروازے پر دستک ضرور دینا۔"

اور تب وارث نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ تو واپس لوٹ چکی تھی۔

وہ پھر چھ ماہ جیل میں رہا تھا ـــــ اور جیل کی صحبت نے اُسے مزید تلخ بنا دیا تھا۔ اسے ہر روز اس بات کا انتظار رہتا کہ سائرہ اس سے ملنے آئے گی ـــــ لیکن وہ نہیں آئی تھی ـــــ اس کے آخری الفاظ اسے چوبیس گھنٹے بے چین کئے رکھتے تھے۔ چھ ماہ کی اذیت ناک زندگی گزر گئی اور وہ دیوانہ وار اپنے گھر کی طرف بھاگا تھا ـــــ اسے خرم اور

انا کے بارے سوچ نے بے کل کر رکھا تھا۔ وہ دو معصوم پھول چھوڑ گیا تھا۔ اسے سردیوں کی ٹھنڈک سے بچنے کے لئے اپنی بیوی کی ضرورت تھی۔ پتھریلی زمین پر سوتے سوتے وہ خود بھی پتھریلا ہو چکا تھا — جب اسیری سے رہائی ملی تو وہ دیوانوں کی طرح گھر کی طرف بھاگا۔ لیکن جیسے ہی گھر کے دروازے پر پہنچا اسے سائرہ کے الفاظ یاد آ گئے۔

"جب لوٹ کر آؤ تو میرے گھر کے دروازے پر دستک ضرور دینا —"

اور وہ ان الفاظ کی گونج کے درمیان اندر داخل ہوتا ہوتا رُک گیا۔

یہ الفاظ اس کی بیوی نے کیوں کہے تھے —؟ وہ چھ ماہ تک یہی سوچتا رہا تھا — لیکن جواب تو سائرہ کے پاس تھا اور وہ جھجکتا ہوا اندر داخل ہو گیا — وہی گھر تھا۔ وہی در و دیوار تھے۔ وہی مانوس ماحول تھا لیکن فرق صرف یہ پڑا تھا کہ اس کی جھجک نے اسے اجنبی بنا دیا تھا۔ سائرہ اسے صحن میں ملی تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا — دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے تھے — لیکن پھر کچھ فاصلے پر دونوں رک گئے۔

"بغیر دستک کے آئے ہو مسافر —" سائرہ کا لہجہ بڑا عجیب سا تھا۔

"اپنے گھر میں دستک دینے کی ضرورت نہیں ہوتی سائرہ —" وارث کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

"ہاں، اپنے گھر میں دستک دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ گھر میرا

ہے — تمہارا اس وقت تھا جب تم اس گھر کے مالک بنتے اور اس گھر
کا مالک — جانتے ہو کیا ہوا —؟"

"کیا ہوا —؟"

"وہ گندگی میں جا گرا — اس نے روشن مستقبل کے لئے "تاریک راستوں
کا سفر شروع کر دیا اور اسے شاید نہیں معلوم کہ اس کے دو بچے بھی ہیں
جو کسی حالت میں بھی ان تاریکیوں کو پسند نہیں کریں گے. جو انسان کو
وحشی — اور اس سے آدمیت کی آخری رمق تک چھین لیتی ہو "

وارث کے ہونٹ لرزے.

"میں تمہاری بیوی ہوں — تم مجھ سے مل سکتے ہو — لیکن ان معصوم
پھولوں سے نہیں جو تمہارے اندر سے اٹھنے والی سڑانڈ سے مرجھا
جائیں گے —"

"سائرہ —!" وارث تڑپا.

"واپس لوٹ جاؤ وارث — میں مجرمانہ سیاہی کا سایہ اپنے پھول
پہ نہیں پڑنے دینا چاہتی —"

"سائرہ —!" وارث کے لہجے میں تیزی تھی.

"نہیں وارث، تم ان کے باپ ضرور ہو — لیکن میں تمہیں ان کے
قریب بھی نہیں جانے دوں گی —"

"کچھ میری سنو تو سہی ـــ کیوں ضد کر رہی ہو ـــ تم نہیں جانتیں کہ کیسی کیسی مصیبتیں جھیل کر آیا ہوں ـــ پورے چھ ماہ میں نے کس قدر اذیت سے گزارے ہیں ـــ"

"تم نے تو گزار لیئے لیکن ہم سے گزر نہ سکے ـــ ہم ہر روز مر مر کر جیئے ہیں لیکن تم سے شکایت نہیں کر رہے ـــ"

"میں نے جو کچھ کیا تمہارے لئے اور بچوں کے لئے کیا اور میں نے ـــ"

"پلیز وارث چلے جاؤ ـــ بچے سکول سے آنے والے ہیں. میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ تمہارا باپ اندھیروں کا مسافر ہے. جب روشنی اس کے اندر پھوٹے گی تو آجائے گا ـــ"

"میں روشنی لے کر آیا ہوں سائرہ یقین کرو ـــ اب یہ کام نہیں کروں گا. میں اپنے بچوں کو حق حلال کی کما کر کھلاؤں گا ـــ"

اور تب سائرہ ضبط کا دامن چھوڑ کر وارث کے سینے سے آلگی تھی. اس کے سینے کے اندر جذب ہونے کے انداز میں کس قدر وارفتگی تھی.

پھر وارث نے کالا دھندہ چھوڑ دیا تھا ـــ اور گھر کو جنت بنانے کے لیئے اپنی تعلیمی ڈگری لئے دفاتر کے چکر کاٹنے شروع کر دیئے تھے. لیکن مقدر مسلسل ٹھوکر مار رہا تھا. ہمت سائرہ بڑھاتی رہتی تھی لیکن حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے گئے اور وہ غربت کے ہاتھوں پھر تنگ

آگیا۔ گھر سے پھر غائب رہنے لگا تھا۔ دن بدن مقروض ہوتا جا رہا تھا۔
پھر ایک دن جب اسے مقدر کے صفحات کورے نظر آنے لگے تو
وہ اپنے اسی دوست کے پاس چلا گیا۔ اس نے سمجھایا تھا کہ پولیس کی
نظروں میں آ چکے ہو، ابھی کچھ عرصہ مزید آرام کرو ـــ لیکن آرام تب کرتا
اگر کچھ کھانے کا بندوبست ہو جاتا۔ بی۔ اے کی ڈگری کاغذ کا ایک ایسا
بے جان ٹکڑا تھا جو اس کا پیٹ نہیں پال رہا تھا ـــ لہٰذا وارث نے پھر
دھندہ شروع کر دیا ـــ سائرہ کو اس نے یہی بتایا تھا کہ ملازمت مل گئی
ہے لیکن عارضی ـــ سائرہ ایک پیار کرنے والی بیوی تھی، وہ ہر وقت
اس کا حوصلہ بڑھاتی رہتی تھی۔ ایسے دھندوں میں اکثر لیٹ گھر آنا پڑتا
ہے۔ اور وارث بھی آنے لگا تھا ـــ تب پھر سائرہ کو شک ہوا۔ لیکن
وہ اسے ٹال دیتا ـــ لیکن کب تک بات کھل کر سامنے آگئی۔ اس کے
پاس آنے والے لوگ اچھے نہیں ہوتے تھے۔ جیسا وہ دھندہ، ویسے
لوگ ـــ اور ایک دن سائرہ پھٹ پڑی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا ـــ اپنی سائرہ سے وعدہ کیا تھا ـــ پھر یہ
جھوٹا کیوں نکلا ـــ؟"

"حالات ـــ مائی ڈیئر سائرہ ـــ" وارث نے اسے نرمی سے
سمجھانے کی کوشش کی۔

"حالات سے لڑا جا سکتا ہے۔ انہیں اپنی قوتِ ارادی سے شکست دی جا سکتی ہے ــــ"

"لیکن کب تک، پورے پانچ ماہ لڑا ہوں لیکن تھک گیا ــــ ہاں تھک گیا تھا سائرہ ورنہ یہ دھندہ کبھی نہ کرتا ــــ میں یہ کام شوق سے نہیں کرتا ــــ"

"چھوڑ دو ــــ وارث اس کام کو چھوڑ دو ــــ گھر کے گھر برباد ہو رہے ہیں تمہارے اس منحوس دھندے سے۔ کس قدر ذلیل نشہ ہے کہ انسان تین چار ماہ بعد قبر میں جا اترتا ہے۔ میں نے اس نشے کے بارے کئی بار اخبار میں پڑھا ہے کہ ایسے لوگ معاشرے کو قتل کر رہے ہیں ــــ انسانوں کو قتل کر رہے ہیں ــــ معصوم زندگیوں کو زہر پلا رہے ہیں۔ تم نے کبھی سوچا کہ صرف تمہاری وجہ سے کتنے گھر برباد ہو رہے ہیں۔"

"ملازمت ملتے ہی چھوڑ دوں گا ــــ"

"ابھی چھوڑ دو ــــ کھاؤ میری قسم ــــ"

"کیا بکواس ہے ــــ؟" وارث پہلی بار سائرہ سے تلخی سے بولا تھا۔

اور سائرہ اس دن سے خاموش رہنے لگی تھی ــــ اسے یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کسی دم پولیس پہنچنے والی ہے۔ وہ دن بدن فکر اور اندیشوں سے کمزور ہوتی گئی ــــ گھر کا سکون برباد ہو چکا تھا۔ دونوں ایک

دوسرے سے دور دور رہتے تھے اور ایک دن جھنجھلا کر بولا تھا۔
"آخر تم اس قدر دور کیوں رہتی ہو ــــ ؟ میں تمہارا شوہر ہوں۔ کوئی بھیڑیا نہیں، جو تمہیں نگل جاؤں گا ــــ"
"مجھے تم سے سینکڑوں انسانوں کے خون کی بُو آتی ہے ــــ میں تمہارے قریب نہیں آنا چاہتی ــــ"
"نہیں آنا چاہتی تو جہنم میں جاؤ ــــ" وارث دیوانوں کی مانند چیخ پڑا تھا ــــ اور پورے پندرہ دن ایک گھر میں رہنے کے باوجود وہ ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئے تھے۔ پھر سولہویں دن وارث پکڑا گیا۔
اس بار اس نے گھر میں اطلاع نہیں دی تھی ــــ اس بار وہ تین سال کے لیے جیل گیا تھا ــــ تین سال ــــ جیسے تین صدیاں بیت گئی ہوں جب جیل سے فارغ ہو کر واپس گھر کی دہلیز پہ آیا تو دستک دینا نہیں بھولا تھا ــــ
دروازہ کھولنے والا خرم تھا ــــ جو چھ سال کا تھا۔ جو اپنے باپ کو بغور دیکھ رہا تھا۔
"آپ نے کس سے ملنا ہے ــــ ؟"
"تم سے ــــ" اتنا کہہ کر وارث رو پڑا تھا اور خرم کو سینے سے لگا لیا تھا۔

"مجھ سے ــــ لیکن کیوں ــــ ؟" وہ پریشان ہو گیا تھا۔
"کون ہے خرم بیٹا ــــ ؟" اندر سے سائرہ کی آواز آئی تھی، اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز وارث نے سن لی تھی۔
تب وہ خرم کو پیار کر کے اوپر اٹھ کھڑا ہوا ــــ سائرہ اس کے سامنے کھڑی تھی ــــ اس کی اپنی سائرہ ــــ اس کی محبوب بیوی۔
دونوں خاموش تھے اور دونوں ایک دوسرے کو پیاسی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب تھوڑی بہت پیاس کم ہوئی تو وارث ہی بولا تھا۔

"اندر آجاؤں ــــ ؟"
"ہاں کیوں نہیں ــــ لیکن بحیثیت مسلمان ــــ پھر تم چلے جاؤ گے ـ"
"یہ کون ہے ممّا ــــ ؟" خرم حیرت سے بولا تھا۔
"تمہارے ابّو ہیں بیٹا، جیل سے چھوٹ کر آئے ہیں ــــ" سائرہ کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی ــــ اور وارث بیوی کے تعارف کرانے کا یہ نرالا انداز دیکھ کر جیسے زمین گڑھ گیا ــــ وہ بیٹے کو پیار کرنا چاہتا تھا ــ لیکن ایسا مجرم بنا تھا ــــ یا پھر اس کی بیوی کے الفاظ نے اُسے ثابت کر دیا تھا کہ، وہ دوبارہ بیٹے کی طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھ سکا۔
اس نے اپنی بیوی کی طرف خشمگیں نظروں سے دیکھا ــــ ہزاروں شکوے

تھے، جھکے تھے — لیکن وہ زبان پہ نہیں لاسکتا تھا — وہ کہنا چاہتا تھا کہ میرے اعمال بیٹے کے سامنے لا رہی ہو — مجھے کیوں اس کی نظروں سے گرا رہی ہو — ؟ لیکن وہ زبان کو حرکت نہ دے سکا — زبان اگر خاموش تھی تو نگاہیں بول رہی تھیں۔

اچانک خرم بولا۔

"ممّا! یہ میرے ابو ہیں۔ لیکن جیل کیوں گئے تھے — ؟"

"آؤ بیٹے! اندر چل کر باتیں کرتے ہیں — تمہارے ابو دہلیز پہ کھڑے اچھے نہیں لگتے —"

اتنا کہہ کر سائرہ خرم کا ہاتھ پکڑ کر اندر کی طرف بڑھ گئی — اور وارث جیسے پتھر کا بت بنا وہیں کھڑا رہ گیا — اس کے ذہن میں ایک ہی سوچ تھی کہ اندر چلا جائے یا واپس لوٹ جائے — لیکن اپنا گھر چھوڑ کر کیسے چلا جاتا — اب اسے گھر کی ضرورت تھی — وہ پورے تین سال جیل کی پتھریلی زمین پہ گزار کر آیا تھا — لیکن سائرہ جو اس کی بیوی تھی — اسے زیادہ دیر برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی — وہ بالکل غیرارادی طور پر اندر چلا آیا۔

وہی بیڈ روم تھا اس کا اپنا اور خوب صورت بیڈ روم جس پہ ایک خوب صورت سی گڑیا جیسی لڑکی، جو چار سال کی تھی، سو رہی تھی۔

"یہ تمہاری بیٹی انا ہے ——"

"شکریہ سائرہ! کہ تم نے مجھے اپنے بچوں سے ملنے دیا ——" وارث کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے۔ اس نے سوتی ہوئی انا کی پیشانی کو بوسہ دیا —— اور اپنی بیٹی کا خوب صورت چہرہ نگاہوں میں بھر کر سائرہ سے بولا۔

"تو تمہارے خیال میں مجھے اپنے بچوں سے دور چلے جانا چاہیئے ——؟"

"مجبوری ہے ورنہ ایسا نہ کہتی ——" وہ رخ پھیر کر بولی اور وارث نے اسی لمحے قدموں کو حرکت دی۔ دروازے تک پہنچا۔ پلٹ کر اس نے خرم اور انا کی طرف دیکھا اور باہر نکل گیا۔

"آپ چائے پیئں گے ——" دروازے پر کھڑی زہرہ جمال کی آواز نے اسے چونکا دیا —— اور وہ یادوں کے تلخ آنگن سے باہر نکل آیا۔

میں مار پیٹ اور تشدّد کو قطعی پسند نہیں کرتا۔
لیکن کچھ لوگ شرافت کی زبان نہیں سمجھتے
اور پھر مجبوراً انہیں وہ زبان سمجھانا پڑتی ہے۔
جس کے وہ عادی ہوتے ہیں اور یہ وہ مقام
ہوتا ہے، جہاں اخلاقی قدروں کا مجبوراً خون
کرنا پڑتا ہے۔

خوب صورت زہرہ جمال اپنے چہرے پہ پینتیس سال کا نکھار لئے اور چائے کا کپ تھامے اس کی اجازت کی منتظر تھی۔

"آیئے، تشریف لایئے ——" وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

زہرہ جمال نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی طرف گرم گرم چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے بولی۔

"کیا آپ رو رہے تھے —— ؟"

"شاید ——" وہ آنکھوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ جب ہاتھ گیلا ہوا تو اسے احساس ہوا کہ آنسوؤں سے اس کا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ وہ تلخ سے انداز میں مسکرایا اور بولا۔

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ میرے فلیٹ کو میری اجازت کے بغیر کیوں کھولا گیا —— اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے استعمال بھی کیا جاتا

رہا ہو ـــــ"

"تو اس میں یوں رونے والی بات کیا تھی ـــــ ؟" وہ حیرت سے اپنی خوب صورت آنکھیں جھپک کر بولی۔

"شاید نہیں تھی ـــــ" وہ چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔

"سال بھر کہاں رہے آپ ـــــ ؟"

"میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ میرے فلیٹ کو میری اجازت کے بغیر استعمال کرنے کی اجازت کیوں محسوس کی گئی ـــــ ؟"

"بھائی جان آپ کو مطمئن کریں گے۔ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ـــــ"

وہ ہنس کر بولی اور وارث نے پہلی بار اس کی طرف بغور دیکھا۔

خوب صورت عورت تھی ـــــ جسم کا ہر اعضاء بھرا ہوا تھا ـــــ قد آور اور ایک خوب صورت جسم رکھنے والی زہرہ جمال اسے ہر لحاظ سے اور ہر زاویے سے دلفریب اور حسین نظر آئی ـــــ خاص طور پہ اس کے ہونٹ اور بڑی بڑی پھیلی سی آنکھیں تو دوسروں کو بہت زیادہ متاثر کرتی تھیں۔

وارث چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کے بھائی جان سے بات کر لوں گا ـــــ اس چائے کا شکریہ ـــــ"

وارث نے خالی کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ اتنا عرصہ کہاں رہے ۔۔۔ ؟"

"یہ بتانا ضروری ہے کیا ۔۔۔ ؟" وارث نے ایک بار پھر اس کی طرف بغور دیکھا۔

"ضروری تو نہیں البتہ ایک تجسّس ہے کہ بھرا پڑا گھر چھوڑ کر انسان یوں غائب ہو جائے جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو ۔۔۔ "

"شاید آپ ٹھیک کہتی ہیں ۔۔۔ لیکن اس دور کا انسان قناعت پسند نہیں ہے۔ آگے بڑھنے کی کوشش میں کبھی کبھار تاریک راستوں پہ چل نکلتا ہے کہ شاید دوسری طرف روشنی کی کرنیں ہوں ۔۔۔ اور یہ کرنیں ایک خوش رنگ پرندے کی مانند ہیں، جس کے تعاقب میں انسان زندگی کا سفر تمام کر بیٹھتا ہے ۔۔۔" اتنا کہہ کر وارث نے ایک گہری سانس لی ۔۔۔ پھر مزید بولا۔

"میں اپنے فلیٹ کو یوں آپ لوگوں کے استعمال کرنے پہ حیران ہوں جبکہ جو کچھ بھی آپ لوگوں نے کیا قطعی غیر قانونی اور غیر اخلاقی تھا ۔۔۔ "

"بالکل درست فرمایا آپ نے ۔۔۔ لیکن مجبوری تھی اور اگر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بیٹھ جاؤں تو شاید میں بہتر طور پہ اپنی مجبوری بتا سکوں۔ ورنہ حرکت تو واقعی غیر اخلاقی اور غیر قانونی تھی۔"

"تشریف رکھیے ۔۔۔ " وارث نے اسے صوفے کی کرسی پہ بیٹھنے کا

اشارہ کیا —— نجانے وہ خود بھی کیوں چاہ رہا تھا کہ وہ بیٹھ جائے اور وہ اسے جی بھر کر دیکھے —— ہر زاویے سے اور ہر انداز سے —— اور یہ خواہش اچانک اٹھی تھی —— لیکن وہ اس کا اظہار نہ کر سکا —— زہرہ جمال بیٹھ گئی تو وارث نے سگریٹ سلگا لیا اور ایک گہرا کش لے کر استفہامیہ انداز میں اس نے زہرہ جمال کی طرف دیکھا اور وہ اسی لہجے بولی۔

"ہاں تو وارث صاحب! ہم لوگ اپنے جرم کی صفائی یوں پیش کر سکتے ہیں کہ ایک سال قبل جب آپ فلیٹ کو تالا لگا کر گئے تو شاید ایک گھنٹہ بعد آپ کا کمرہِ پانی سے بھر گیا —— ہماری تو نظر نہیں پڑی البتہ دوسرے فلیٹ والوں نے پانی کمرے سے باہر آتے دیکھا —— جب بھائی جان کو اطلاع کی گئی تو میں بھی اتفاق سے ان کے پاس موجود تھی —— صورتِ حال کا جائزہ لیا گیا کیونکہ پانی جس انداز سے باہر آ رہا تھا اس سے ظاہر تھا کہ فلیٹ کے دونوں کمرے، باورچی خانہ اور سٹور پانی سے بھر چکا ہے۔ تب ہی پانی باہر نکل آیا ہے۔ صورتِ حال کافی سنگین تھی۔ لہذا آپ کے کمرے کے قیمتی سامان کو بچانے کے لئے تالا توڑ دیا گیا —— اور اندر کی حالت یہ تھی کہ جیسے دریا بہہ رہا ہو —— سب سے پہلے نل بند کیا گیا جو آپ کھلا چھوڑ گئے تھے۔ پھر پورا دن پانی کو باہر نکالا جاتا رہا —— لیکن جب رات کو بھی آپ کی واپسی نہ ہوئی تو بھائی جان صرف اس خیال

ہے کہ اگر نیا تالا لگا یا گیا اور آپ دیر سے آئے تو وہ آپ کی چابی سے کھل نہیں سکے گا —— لہٰذا وہ آپ کے فلیٹ میں سو گئے تاکہ آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کر سکیں —— لیکن آپ رات بھر نہ آئے۔ لہٰذا بھائی جان نے مجھ سے کہا کہ سامان خراب ہو رہا ہے —— کیوں نہ اسے سنبھال دیا جائے۔ لہٰذا میں پورا دن آپ کے سامان کو خشک کرتی رہی۔ رات کو بھائی جان نے آپ کے بارے معلوم کیا اور میں نے انہیں بتایا کہ گھر کا مالک ابھی تک نہیں آیا —— لہٰذا پھر تیسرے دن بھی جب آپ نہ آئے تو دروازے کو نیا تالا لگا دیا گیا —— اور پھر ظاہری بات ہے کہ چابی کا ہونا یا فلیٹ کی دیکھ بھال کرنا کوئی جرم یا عجیب بات نہیں۔ ویسے میں کبھی کبھار جب تنہائی کی ضرورت محسوس کرتی ہوں تو اسے استعمال کر لیتی ہوں —— اور اس دن اس کی صفائی وغیرہ بھی کر دیتی ہوں ——"
اتنا کہہ کر وہ پہلی بار مسکرائی اور بولی۔

"میرا خیال ہے آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے —— یا آپ کوئی فردِ جرم سوچ رہے ہیں کہ اس قدر چوکیدارہ کرنے والے لوگوں سے کیا سلوک کیا جائے ——؟"

"میں بہت شرمندہ ہو رہا ہوں اور اپنے رویے پر نادم ہوں ——" وارث خفیف سا ہو کر بولا۔

"کوئی فردِ جرم ــــ؟" زہرہ جمال پھر مسکرائی ــــ اور وارث اسی لمحے بول پڑا۔

"اب اگر آپ نے مزید شرمندہ کرنے کی کوشش کی تو شاید مجھے ہاتھ جوڑنے پڑ جائیں ــــ ویسے میں اپنی جگہ حق بجانب تھا۔

"اب بھی آپ حق بجانب ہیں ــــ"

"کس بات پر ــــ؟"

"ہاتھ جوڑنے پر ــــ" زہرہ جمال مسکرا کر اٹھ گئی اور وارث اسے دیکھتا ہی رہ گیا ــــ کیونکہ وہ یوں اس کی نظروں کے سامنے چلتے ہوئے باہر نکلی تھی جیسے اس کے پورے وجود سے بجلی بکھر رہی ہو۔

"کیا چاہتی ہے یہ مجھ سے ــــ؟"

یہ ایک اہم سوال تھا جو اچانک وارث کے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اس کے ذہن میں ایک خلش چھوڑ گئی تھی ــــ وارث اس کے بدن کی خوشبو کو کمرے میں پھیلا ہوا محسوس کر رہا تھا ــــ اور اسی خوشبو کے دوران اسے سائرہ یاد آئی ــــ یاد کیا آئی جیسے ماضی کے دریچے سے اس نے آواز دی ہو ــــ سائرہ خود بے پناہ خوب صورت عورت تھی، اور وارث نے اسے پیار بھی دل کی گہرائیوں سے کیا تھا ــــ وہ اس وقت اس کے سامنے کھڑی تھی ــــ وہ اب بھی تصور کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جب بھی آؤ میرے دروازے پر دستک ضرور دینا ـــــ" ایک چنگاری پھوٹی تھی۔

"ہاں اندر آجاؤ ـــــ لیکن ایک مہمان کی حیثیت سے ـــــ پھر تمہیں جانا ہوگا ـــــ" یہ دوسری چنگاری تھی جس نے اس کے اندر زہر بھر دیا تھا۔

اور وہ چلا آیا تھا ـــــ اپنے بچوں سے دور ـــــ پیار کرنے والی سائرہ سے دور ـــــ بہت دور ـــــ اس نے شہر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن کالے دھندے سے اپنے آپ کو الگ نہ کر سکا ـــــ اذیت سے بھرپور زندگی لیے وہ رینگتا رہا ـــــ اور وقت گزرتا چلا گیا ـــــ وہ اکثر سوچتا تھا کہ اس نے جو کچھ کیا تھا، بچوں کے لئے کیا تھا ـــــ سائرہ کے لئے اور اسے بھوک سے بچانے کے لئے ـــــ اس کے حسین چہرے کو اور جوانی کو کملا جانے سے بچانے کے لئے سب کچھ کیا تھا۔

پھر سائرہ نے اس سے اس قدر نفرت کیوں کی ـــــ آخر کیوں ـــــ؟ اگر نفرت ہی کرتی تو شاید زندگی کا رخ کچھ اور ہوتا ـــــ لیکن اس نے تو اپنے شوہر کی ـــــ محبوب شوہر کی ذات کی نفی کر دی تھی ـــــ اور جس انسان کی نفی کر دی جائے ـــــ وہ اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر یوں بکھرتا ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود پھر اپنے آپ کو مکمل نہیں کر پاتا ـــــ کیونکہ وہ اپنے وجود کے اندر ہی مر جاتا ہے ـــــ اور وہ بھی مر گیا تھا ـــــ وہ جو

چوریاں کرتے ہیں، ڈاکے مارتے ہیں، خون کر دیتے ہیں لیکن پھر بھی انسان رہتے ہیں ــــ لیکن اس کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا تھا ــــ شاید وہ یوں گھر نہ چھوڑتا ــــ اگر سائرہ نے اس کے بیٹے سے اسے یوں متعارف نہ کرایا ہوتا کہ۔

"خرم یہ تمہارے ابّو ہیں۔ جیل سے چھوٹ کر آئے ہیں ــــ"

کس قدر خطرناک تھا اس کا یہ لہجہ ــــ جیسے اولاد کے دلوں میں نفرت کا بیج بونا چاہتی ہو ــــ انہیں بتانا چاہتی ہو کہ تمہارا یہ باپ کس قدر قابلِ نفرت ہے ــــ اور سائرہ کی یہی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ آخر اس نے ایسا کیوں کیا ــــ؟

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب وہ آج تک تلاش نہیں کر سکا تھا ــــ اور یہی وجہ تھی کہ ــــ وارث اس سے دور ہوتا چلا گیا۔

شہر چھوڑنے کی وجہ بھی یہی تھی ــــ جب چودہ سال بعد بیوی اور اولاد کی کشش نے اسے واپس موڑا تھا تو آتے ہی ایک کیس میں پھنس گیا ــــ اس کا وکیل مقدمہ ہار گیا تھا اور وہ سال بھر کے لئے جیل چلا گیا تھا ــــ جن لوگوں کے لئے وہ کام کر رہا تھا ــــ وارث کے خیال میں انہوں نے اس کا پوری طرح ساتھ نہیں دیا تھا ــــ اگر وہ چاہتے تو اسے بچا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے کوشش نہیں کی تھی ــــ اور یہی بات وارث

کو ان سے بدظن کر گئی تھی ـــ جیل سے فارغ ہوتے ہی اس نے ان لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا ـــ جب اس نے شیخ امان کے آدمی نگی کو اپنے لیے جیل کے دروازے پہ گاڑی لئے کھڑے دیکھا تو ـــ اسے حقارت سے ٹھکرا دیا تھا اور ٹیکسی لے کر سیدھا جانز بلڈنگ چلا آیا تھا۔

اور اب زہرہ جمال اس کے لئے ایک مسئلہ بن رہی تھی ـــ جبکہ وہ اپنی زندگی میں اس قسم کا کوئی مسئلہ برداشت نہیں کر سکتا تھا ـــ وہ اپنے گھر جانا چاہتا تھا ـــ اپنی بیٹی انا جو، جوان ہو چکی تھی، اسے ملنا چاہتا تھا۔ اپنے بیٹے خرم کو اپنے کندھے سے اوپر دیکھنا چاہتا تھا ـــ اور اپنی بیوی جس نے عین جوانی میں اپنی ہر خوشی کو تیاگ کر اسے ٹھکرا دیا تھا، اسے دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے جوانی کیسے بتائی ـــ گھر جو اس کا اپنا تھا لیکن وہ خود بے گھر ہو گیا تھا ـــ اور سائرہ نے کس قدر وثوق سے اس سے کہا تھا کہ جب جیل سے لوٹو تو میرے گھر کے دروازے پہ دستک ضرور دینا ـــ کس قدر عجیب لہجہ تھا اس کا ـــ یعنی گھر کی چار دیواری بھی اس نے چھین لی تھی۔

جب سگریٹ جلتا ہوا فلٹر تک پہنچ کر انگلیوں کو جلانے لگا تو وہ چونک کر سیدھا ہو گیا ـــ جیب سے نیا سگریٹ نکال کر اس نے جلانا چاہا تو دروازے میں اس نے زہرہ جمال کو کھڑے پایا۔

"آپ — ؟"

"میں یہ پوچھنے آئی تھی کہ اگر بھوک محسوس ہو رہی ہو تو کھانا لے

آؤں —"

"کیا یہ ضروری ہے —؟"

"کھانا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ پیٹ کی آگ اس سے ہی بجھتی

ہے —"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا —"

"پھر کیا مطلب تھا —؟"

"لے آیئے —" وارث کو مجبوراً کہنا پڑا — اور جب وہ مسکرا کر چلی گئی تو وارث سوچ میں پڑ گیا — کہ یہ عورت آخر میرے سر پر کیوں سوار ہو رہی ہے۔ کیا چاہتی ہے مجھ سے —؟ بار بار سامنے آ رہی تھی۔

ابھی وہ یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ پھر آ گئی۔ ٹرے میں کھانے کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ جیسے وہ پہلے ہی کھانا تیار کئے بیٹھی ہو اور اسے یقین ہو کہ وہ اسے کھانا کھلا کر رہے گی۔

"میرا خیال ہے آپ برتن ٹرے میں رکھ کر آئی تھیں —"

"جی ہاں! آپ نے درست اندازہ لگایا —" وہ چھوٹی تپائی پر

برتن رکھتے ہوئے بولی۔

"آخر اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی ——"

"آپ بہت لمبے سفر سے آئے تھے اور پھر آپ کا فلیٹ استعمال کرتی رہی ہوں، جس سے اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ اس لئے سوچا کہ اگر ایک وقت کا کھانا ہو جائے تو برائی بھی کیا ہے ——"

"آپ کا جواز معقول ہے۔ لیکن کیونکہ میں آپ کے لئے اجنبی ہوں اور مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ زیادہ دیر میرے فلیٹ میں ٹھہریں۔ یوں آپ کے کردار پر حرف آئے گا ——"

"حرف آئے گا ——" وہ آنکھیں جھپک کر بولی۔

"جی ہاں ——" وارث زور سے بولا۔ پھر مزید بولا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں ——"

"جی ہاں —— آپ غلط سوچ رہے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ یہ فلیٹ جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں ایک سال سے میرے تصرّف میں ہے اور پوزیشن یہ ہے کہ دیکھنے والے اور جاننے والے مجھے اس فلیٹ کی مالک سمجھتے ہیں۔ ہاں البتہ آپ کو دیکھ کر وہ یہی سمجھیں گے کہ آپ میرے رشتے دار یا کزن وغیرہ ہیں ——"

"اور جو لوگ جانتے ہیں کہ میں ایک سال قبل یہاں رہتا تھا ——؟"

"لوگ ہر بات جلدی بھول جانے کے عادی ہوتے ہیں ــــ"

"آپ کا مطلب ہے ہر بات ــــ" وارث "ہر بات" پر زور دے کر بولا۔

"ہاں تقریباً ہر بات ــــ حتیٰ کہ وہ حادثہ بھی جو اُن پر گزرا ہوتا ہے اور جس حادثے نے انہیں موت کے قریب کر دیا ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست کہتی ہوں۔ البتہ مجھے اس قدر تجربہ نہیں ــــ"

"آیئے کھانا کھائیے ــــ" وہ سراپا میزبان تھی اور اتنی خوبصورت میزبان کے ہاتھوں تو لوگ زہر کھانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو بات صرف کھانے پر ختم ہو رہی تھی۔ لیکن وارث کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس کی سوچ کا مرکز کچھ اور تھا۔

اچانک وارث نے سر اٹھایا اور بھرپور نگاہ سے زہرہ جمال کی طرف دیکھا اور بولا۔

"آپ نہیں کھائیں گی ــــ؟"

"اگر آپ پسند کرتے ہیں تو ساتھ بیٹھ جاتی ہوں ــــ"

"آپ اچھی میزبان ثابت ہو رہی ہیں ــــ" وارث بولا۔

"شکریہ ــــ!"

"بات شکریئے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ مجھے اپنے اخلاق سے متاثر ہی نہیں حیران بھی کر رہی ہیں ——"

"پریشان تو نہیں کر رہی ——" وہ اپنی خوبصورت آنکھوں کی چلمن جھپک کر بولی۔

"شروع شروع میں پریشان ہوا تھا۔ لیکن اب کچھ بہتر محسوس کر رہا ہوں ——"

زہرہ جمال ہنس پڑی۔ موتیوں ایسے دانت وارث کو کسی دوسری دنیا میں لے گئے —— لیکن اُس نے جلدی سے سر جھکا کر اپنی توجہ کھانے کی طرف مبذول کر لی۔ وہ ساتھ بیٹھی چھوٹے چھوٹے لقمے نگل رہی تھی۔ اور وارث کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کے قریب ملنے چلے آئے ہوں۔

"گوشت کیسا بنا ہے ——" وہ اچانک پوچھ بیٹھی۔

"بہت ہی لذیذ —— بہت ہی مزے دار ——"

"شکریہ —— !" وہ ہلکے سے مسکرا دی۔ جیسے اُسے یقین تھا کہ وارث سالن کی تعریف ضرور کرے گا

پھر دونوں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے، اور یوں کھانا اختتام کو پہنچ گیا۔

"اب شاید چائے پئیں گے آپ ——؟"

"آپ کو کیسے معلوم تھا کہ ——" وارث جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"نوّے فیصد انسان کھانے کے بعد چائے ضرور پیتے ہیں ——"

وہ برتن سمیٹتے ہوئے بولی۔

"بہرکیف شرمندہ ہوں کہ آپ کو تکلیف دے رہا ہوں ——"

"ایسی بات کہہ کر آپ میرے خلوص کی توہین کر رہے ہیں ——"

وہ ٹرے میں برتن رکھتے ہوئے بولی۔

وارث کھسیانہ سا ہو گیا اور وہ ٹرے لئے باہر نکل گئی اور وارث کی نظریں خالی دروازے پر جم کر رہ گئیں۔ جہاں سے چند لمحے پہلے زہرہ جمال کا سراپا سرسراتا ہوا گذرا تھا۔ جیسے معطّر معطّر ہوا اپنی بے رنگ سی، بے نام سی خوشبو کا احساس دلا جائے۔

دوسرے ہی لمحے وہ چونک پڑا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والا چہرہ اتنا اچھا نہیں تھا کہ وہ خوش ہوتا یا اس کا گرمجوشی سے استقبال کرتا ——

"تم اور یہاں ——" وارث کے حلق سے غراہٹ سی نکلی تھی۔

"باس نے سلام بھیجا ہے۔ مسٹر وارث کافی دیر سے منتظر تھا لیکن

آپ کچھ زیادہ ہی مصروف تھے۔ اس لئے باہر انتظار کرتا رہا ـــــ"
آنے والا عجیب سے لہجے میں بولا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کی
طرف انگلی اُٹھا کر بولا۔
"تم جبّار ہو، نا ـــــ"
"تم نے ٹھیک پہچانا ـــــ اور پھر میں کوئی بھول جانے والی شے
نہیں ہوں ـــــ" وہ خباثت سے مسکرایا۔
وارث آہستہ آہستہ اُس کے قریب پہنچا۔ پھر اس نے بڑی
آہستگی سے دروازہ بند کر دیا ـــــ اور جبّار کو گھورتا ہوا بولا۔
"مسٹر جبّار میں تمہارے پاس کے لئے ایک تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں۔
اور تم سے اچھا اور خوبصورت تحفہ شاید اور نہ ملے ـــــ" وارث خطرناک
تیوروں کے درمیان بولا۔
"کیا مطلب ـــــ؟ جبّار ایک دم محتاط ہو گیا۔
"جیل کے باہر میں نے نکّی سے کہا تھا کہ اپنے گرد گھنٹال سے کہہ
دینا کہ وارث اس قدر لاوارث نہیں ہے ـــــ لیکن شاید میری بات
اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لہٰذا اب دوسری زبان میں سمجھاتا ہوں۔"
اتنا کہہ کر وارث نے پوری قوّت سے جبّار کے منہ پر ہاتھ دے
مارا۔ گو جبّار اس قسم کے غیر متوقع حملے کے لئے اپنے آپ کو تیار

کرر ہا تھا لیکن اس کے باوجود دھوکہ کھا گیا۔ وارث کا ہاتھ بڑا زوردار تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ جبار سنبھلتا، دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا تھا۔ جس سے جبّار لڑکھڑا گیا۔ تیسرا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رسید ہا جا لگا تھا۔ اور جبّار کراہ کر اس تپائی پر جا پڑا، جہاں کچھ دیر پہلے وہ زہرہ جمال کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ جبّار کے ہونٹوں سے گالیوں کا طوفان اُمڈ پڑا تھا۔

"یہ تمام گالیاں بچا کر لے جاؤ جبّار اور اپنے باس کو دے دینا" وارث اس کی گردن پر دوبارہ بوٹ رکھ کر غزایا اور پھر مزید بولا۔

"مسٹر جبار ـــــ! میں عمر کی جس اسٹیج پر ہوں، وہاں حاکمیت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ میرے کچھ اپنے اصول ہیں۔ واپس جا کر شیخ امان اللہ سے کہہ دینا کہ آئندہ ادھر کسی آدمی کو نہ بھیجے۔ اگر بعد میں اس نے اپنے ہی آدمی کو پہچاننے سے انکار کر دیا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا ـــــ" اتنا کہہ کر وارث نے جبّار کی گردن پر مزید دباؤ ڈالا اور بولا۔

"اور اسے یہ بھی کہہ دینا کہ میں بھی بانٹ کر کھانے کا عادی ہوں۔ جو ساتھی دوسرے ساتھی کی تکلیف اور دکھ درد کی سانجھ نہ جانتا ہو، میں اس کے ساتھ کام نہیں کیا کرتا ـــــ" اتنا کہہ کر وارث نے

پوری قوت سے اُسے ٹھوکر ماری جس پر جبار غش کھاتے کھاتے رہ گیا۔

"اب تم جا سکتے ہو مسٹر جبّار ——! اور امیدّ ہے کہ تم اور تمہارا باس اس زبان کو سمجھ جائے گا ——"

جبار کراہتا ہوا اٹھا اور ہونٹوں سے خون صاف کرتے ہوئے بولا۔

"میں تم سے جھگڑا کرنے نہیں آیا تھا۔ صرف باس کا پیغام دینا تھا۔ اور تم نے یہ سب کچھ اچھا نہیں کیا وارث ——"

"شکریہ مسٹر جبار تمہارے پیغام کا —— یہ سزا جو تمہیں میں نے دی ہے یہ بغیر اجازت فلیٹ میں داخل ہونے پر تھی ——"

جبار نے منہ کا خون وہیں تھوک دیا —— جس پر وارث نے پھر اُسے تھپڑ دے مارا —— اور غرا کر بولا۔

"یہ میرا گھر ہے اور گھر میں کسی قسم کی گندگی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ جاؤ نکل جاؤ یہاں سے ——"

اور جبّار جو بُری طرح زخمی ہو چکا تھا وارث کو کینہ توز نظروں سے گھورتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر جب باہر نکلا تو دیوار کے ساتھ کھڑی زہیرہ جمال کی طرف گھور کر دیکھا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

زہرہ جمال جو اندر بند کمرے میں ہونے والی شوٹنگ اپنے کانوں سے سن چکی تھی۔ پریشانی کی حالت میں وہیں کھڑی رہی۔ اُس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے تھی اور اُس ٹرے میں چائے کے برتن موجود تھے۔ چند لمحوں تک وہ وہیں ساکت کھڑی رہی۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر وہ اندر داخل ہوگئی۔ اُس نے اپنے آپ کو لاپرواہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ جیسے وہ کچھ بھی نہیں جانتی کہ کچھ دیر قبل اندر کیا ہوتا رہا ہے۔

"میں بہت تکلیف دے رہا ہوں آپ کو —" وارث نے اُسے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

"تکلیف میں تو آپ کا دھیان گیا ہے — اور میں ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ ہوں —"

وارث ایک لمحے کے لیے پریشان ہوا — لیکن دوسرے ہی لمحے اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا — اور مسکرا کر بولا۔

"دوست تھا — اور بغیر اجازت اندر گھس آیا تھا —"

"اور آپ اس قدر بے تکلفی پسند نہیں کرتے —" زہرہ جمال اُلجھی اُلجھی نظروں سے وارث کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہونا بھی نہیں چاہیئے۔ کیا آپ کسی ایسے انسان کو برداشت

کریں گی۔ جسے آپ پسند بھی نہ کرتی ہوں اور وہ اس قدر بے تکلفی کا مظاہرہ بھی کر بیٹھے۔ لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ دوست تھا، اور دوست انہیں کہا جاتا ہے جو پسند ہوں —— شاید میں لفظ دوست غلط استعمال کر گیا تھا۔ مجھے جاننے والا کہنا چاہیئے تھا ——"

زہرہ کچھ نہ بولی۔ اس نے اُلٹی ہوئی تپائی کو سیدھا کیا اور اس پر برتن رکھ دیئے اور کپ میں چائے ڈالتے اس خون کی طرف دیکھنے لگی۔ جو جبّار کے منہ سے نکل کر فرش پر بڑا سا داغ دے گیا تھا۔

"کتنی چینی لیں گے —— ؟"

"ایک چمچ ——" وارث اس کی پشت پر نظریں جمائے جمائے بولا —— کیونکہ وہ صاف طور پر کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ زہرہ جمال فرش پر گرے ہوئے خون کو دیکھ رہی ہے۔

وہ چائے کا کپ لئے سیدھی ہوئی اور وارث کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"آپ مار پیٹ اور تشدد کو پسند کرتے ہیں شاید ——"

"اتنا بھی نہیں جتنا آپ اثر قبول کر رہی ہیں۔ ہاں اگر ضرورت محسوس ہو اور اس کے بغیر کام نہ نکلتا ہو تو مجبوراً ایسا کرنا پڑتا ہے اور پھر اس معاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف یہی زبان

سمجھتے ہیں۔ انہیں اور کوئی زبان سمجھ میں نہیں آتی ——"

"یہ فرش صاف کر دوں ——؟" زہرہ جمال عجیب سے انداز سے وارث کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ چائے پیجئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دوسرا کپ بھی ساتھ لائی ہیں۔ لیکن فرشی خون میں اُلجھ کر رہ گئی ہیں ——"

"دوسرا کپ میں آپ کے مہمان کے لئے لائی تھی۔ کیونکہ میں نے اُسے آپ کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا ——"

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو زحمت ہوئی۔ اب اگر آپ پسند کریں تو خود وہ کپ استعمال کر لیں ——" وارث خفیف ہو کر بولا۔

زہرہ نے خاموشی سے اپنے لئے کپ بنایا اور اپنی سابقہ کرسی پر جا بیٹھی۔ پھر چائے کا گھونٹ بھرتی ہوئی بولی۔

"آپ ایک سال کہاں رہے ——"

"یہ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں ——؟" وارث زیرِ لب مسکرا کر بولا۔

"ایسے ہی اپنے تجسّس کے لئے ——"

"کوئی اچھی جگہ نہیں تھی ——"

"مثلاً ——" زہرہ جمال چائے کی چسکی لیتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"اب کیا عرض کردں ــــ" وارث محتاط تھا۔

"جیل ــــ" زہرہ دھماکہ کرنے والے انداز میں بولی۔ اور وارث کے ہاتھ سے کپ چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ــــ"

زہرہ جمال نے پہلی مرتبہ وارث کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھا پھر خود بھی محتاط انداز میں بولی۔

"بُری جگہ تو انسان کے لئے وہی ہوسکتی ہے ــــ"

"وارث بے دلی سے مسکرا دیا۔ اور بولا۔

"کافی عرصے بعد اچھی چائے نصیب ہوئی ہے ــــ"

"جہاں سے آپ آئے ہیں وہاں چائے کا تو شاید نام ہی ہوتا ہوگا ــــ"

"شاید آپ درست کہہ رہی ہیں ــــ" وارث تلملا کر بولا۔ اُسے اب چائے ہی نہیں زہرہ جمال بھی زہر لگنے لگی تھی۔ اس نے جلدی جلدی چائے ختم کی اور اٹھتا ہوا بولا ــــ

"اگر آپ کا کچھ سامان یہاں ہو ــــ جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کافی سامان ہے، اُسے لے جائیں تو بہتر ہے۔ میں واپسی پر چابی خان توقیر کے ہاں سے آواز دے کر لے لوں گا ــــ" اتنا کہہ کر

وارث تیزی سے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جیسے ہی وہ باہر نکلا زہرہ جمال کے ہونٹ سکڑ سے گئے۔ وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ اور کافی دیر تک وہیں ساکت بیٹھی رہی۔ پھر جب اُٹھی تو اُس کے ہونٹوں سے کراہ سی نکلی تھی —— بڑی عجیب سی کراہ تھی جیسے کوئی سپنا ٹوٹا ہو —— جیسے کسی حسین خیال میں زہر بھر گیا ہو۔ یا پھر جیسے کسی خوش رنگ مہکتے ہوئے پھول کو چھوتے وقت کانٹا چُبھ گیا ہو اور خون انگلی کی بجائے دل سے نکل پڑا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے سامان کی طرف بڑھ رہی تھی جو اس نے وہاں رکھ چھوڑا تھا۔

ہماری مالی بڑی خوددار
ہے جناب! اگر وہ سہاروں پر زندہ
رہنے کی عادی ہوتی تو آج ہمارے
گھر کی یہ حالت نہ ہوتی کہ گھر آئے
ہوئے مہمان کے لئے پڑوس سے
دودھ پتّی مانگتے۔ یہ مفلسی ہمیں عزیز
ہے۔ اس دولت سے بہتر ہے۔ جس سے
انسانی کرداروں میں سڑاند اٹھنا
شروع ہو جاتی ہے۔

اس کے قدم گو جانی پہچانی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن نجانے کیوں اُسے اُس منزل کے تمام راستے اجنبی اجنبی اور اندھے اندھے لگ رہے تھے ——

پندرہ سال —— جو ایک غیر معمولی مدت تھی۔ جو عمر کا ایک جوان اور حسین حصّہ تھا۔ گنوا کر وہ واپس لوٹا تھا۔ اپنی سائرہ کے پاس جو اس کی ہم راز تھی، دوست تھی، محبوب تھی، لیکن اس کے باوجود وہ اجنبی تھا۔ وہ پندرہ سال بعد اُس دروازے پر جا رہا تھا جو اس کا اپنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود دستک دینا پڑتی تھی۔

نہیں وہ سائرہ کو نہیں —— شاید اپنی بیٹی انّا اور بیٹے خرم کو دیکھنے آیا تھا، جو جوان ہو چکے تھے۔ نجانے سائرہ نے انہیں باپ کے بارے میں کیا بتایا تھا کہ وہ کون ہے، کون تھا —— کیسا تھا۔

اور کیا کرتا تھا۔

کیا اس نے ایک باپ کے کردار کو بچوں کی نظروں میں مسخ کر دیا تھا ـــــ کیا اس نے بچوں کے ذہنوں میں باپ کی طرف سے زہر بھر دیا تھا ـــــ اور ایک مقدس رشتے کو داغدار کر دیا تھا ؟

یہ سب خیالات تھے جو وارث کو پریشان کیے ہوئے تھے۔ لیکن ان کا جواب اس کے پاس نہیں تھا ـــــ وقت کے پاس تھا اور وقت اسے پندرہ سال بعد کیا دینے والا ہے، وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ اپنے اندر کی خلش اور چبھن ضرور دور کرنا چاہتا تھا ـــــ ورنہ اسے چین نہ آتا۔ بے چین رہتا ـــــ زندگی کا پہیہ جام ہو کر رہ جاتا ـــــ جانی پہچانی جگہ پہ اترا تھا ـــــ اس نے سامنے نگاہ دوڑائی تھی، جہاں اس کا آشیانہ تھا۔ اپنا آشیانہ جو پندرہ سال پہلے جل گیا تھا ـــــ اور اسے جلانے والا کون تھا ـــــ؟ سائرہ یا وہ خود ـــــ؟

یہ ایک سوال تھا جسے وہ اب تک نہ سمجھ سکا تھا۔

جب وہ دروازے کے سامنے رکا تو اس کا دل سینے کی بجائے پورے وجود کی دھڑکن بن گیا تھا ـــــ سینکڑوں قسم کے خیالات اور وسوسوں نے اسے ڈنک مارا تھا ـــــ ایک تیز آندھی نے اس کے ذہن کا احاطہ کیا تھا۔ اور پھر لرزتے کانپتے وجود کو دیوار کا سہارا دیتے اس نے ہاتھ دستک کے

لئے اٹھا دیا تھا ـــ اندر سے قدموں کی آواز ابھری تھی اور کچھ دیر بعد
جب دروازہ کھلا تو ایک خوب صورت سی لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی۔
بڑی سادہ اور بہت ہی خوب صورت، اپنی ماں کی طرح سرخ وسپید
چہرے پہ ایک وقار اور جلال لئے ـــ یہ انا تھی ـــ اس کی اپنی
بیٹی، اپنا خون جو استفہامیہ انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھے جا رہی
تھی، اس احساس کے بغیر کہ سامنے کون کھڑا ہے۔۔
"فرمایئے! کس سے ملنا ہے آپ کو ـــ ؟"
"تت ـــ تمہارا نام انا ہے نا ـــ ؟" وارث کے ہونٹ لرزے۔
"جج ـــ جی ہاں لیکن آپ کون ہیں اور ـــ ؟" انا جملہ ادھورا چھوڑ
کر خاموش ہو گئی ـــ اس کے خوب صورت چہرے پہ الجھن کے آثار
تھے۔
"میں نے تم بہن بھائی کو چھوٹا سا دیکھا تھا، اور ـــ" وارث مزید
کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
"آپ کون ہیں ـــ ؟ اور ہمیں کیسے جانتے ہیں ـــ ؟"
"خرم کہاں ہے ـــ ؟ کیا گھر میں ہے ـــ ؟"
"خرم بھائی گھر میں نہیں ہیں، لیکن آپ ـــ ؟"
"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں بیٹی ـــ"

"کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں آپ انہیں ـــــ ؟" انا کے لہجے میں اب بھی اُلجھن نمایاں تھی۔

وارث جو بڑی وارفتگی کے عالم میں بیٹی کو دیکھ رہا تھا اور سندر سے چہرے کو اپنی آنکھوں میں بھر لینا چاہتا تھا ـــــ آہستہ سے بولا۔

"اس سے کچھ کام تھا ـــــ"

"کیا کام تھا آپ کو ـــــ ؟"

"یہی جو تم سے ہے ـــــ" وارث کا لہجہ ترسا ہوا اور پیاسا تھا۔

"کیا مطلب ـــــ ؟"

"بیٹی! تم ہمیں پہچان نہیں رہیں ـــــ شاید تمہیں یہ بھی یاد نہ ہو کہ تمہاری اس خوب صورت پیشانی پہ بھی ہم نے بڑی شفقت سے اور عقیدت سے بوسہ دیا تھا ـــــ اور اس وقت تم بہت چھوٹی سی تھیں۔ تمہیں کہاں یاد ہوگا ـــــ"

"میں یہی آپ سے معلوم کر رہی ہوں کہ آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں ـــــ ؟" انا کا لہجہ اس بار بڑا عجیب سا تھا۔ اس کے لہجے میں کاٹ سی تھی جسے وارث نے بھی محسوس کر لیا ـــــ لہٰذا وہ ترستی اور تڑپتی ہوئی نگاہوں سے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"جاؤ بیٹی! اپنی ماں سے کہو کہ کوئی مہمان آیا ہے ـــــ"

"امّی غیر مردوں سے نہیں ملا کرتیں ——" انا تلخ سے انداز میں وارث کو گھورتے ہوئے بولی۔

"میں اتنا غیر بھی نہیں ہوں کہ مجھے پہچان نہ سکیں —— وہ مجھے جانتی ہیں بیٹے —— مجھے امید ہے کہ تمہاری امی کو مجھے پہچاننے میں دِقت نہیں ہوگی ——"

وارث کی آواز میں تڑپ تھی۔ پندرہ سالہ جدائی اور دوری کا الاؤ تھا جو کرب اور اذیت کی صورت میں اس کے چہرے کے نقوش پر چھا گیا تھا۔

"وہ شاید آپ کو نہ پہچان سکیں کیونکہ ان کی نظر کافی کمزور ہو چکی ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ان کی عینک کا ایک شیشہ پرسوں ٹوٹ گیا تھا جسے خرم بھائی ابھی تک نہیں بنوا سکے —— لہٰذا مجھے امید ہے کہ اگر آپ کو جانتی بھی ہوئیں تو شاید عینک کے بغیر آپ کو نہ پہچان سکیں" انا نے تفصیل سے وضاحت پیش کی۔

وارث سائرہ کے بارے یہ سن کر کہ اس کی نظر ضرورت سے زیادہ کمزور ہو چکی ہے اور وہ عینک کے بغیر چہرے نہیں پہچان سکتی، بے پناہ دکھ ہوا۔ چند لمحوں تک وہ ساکت کھڑا رہا —— پھر اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی سعی کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے امید ہے کہ وہ مجھے آواز سے پہچان سکیں گی —"

"کون ہے بیٹی! کس سے باتیں کر رہی ہو —؟" اندر سے سائرہ کی آواز ابھری۔ جسے سننے کے لئے وارث کے کان ترس گئے تھے۔ وارث نے بے قابو ہو کر آگے بڑھنا چاہا — لیکن پھر اس نے اپنے جذبات پہ قابو پا لیا کیونکہ انا اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔

"کوئی اجنبی مہمان ہے آپ کو جانتا ہے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ کہتا ہے آپ اسے جانتی ہیں —"

"نام پوچھو بیٹی کون ہے —؟"

"کہہ دو بیٹی! مسافر ہوں تاریک راستوں کا — پہلے بھی مہمان بن کر ایک بار آچکا ہوں —" وارث نے یہ الفاظ کافی بلند آواز سے کہے تھے جو یقیناً سائرہ نے سن لئے تھے — کیونکہ اندر ایکدم سناٹا چھا گیا تھا۔ انا کبھی ماں کی طرف دیکھ لیتی تھی جو اندر دروازے کا سہارا لئے کھڑی تھی اور گم صم تھی — اور کبھی اجنبی مہمان کی طرف جو دروازے کے باہر کھڑا تھا۔ اچانک انا بولی۔

"امی! کیا کہوں انہیں —؟"

"اندر لے آؤ بیٹی! شاید کوئی پرانی جان پہچان والا ہے —" سائرہ کی آواز میں ہلکی سی لرزش موجود تھی، جو انا نے بھی محسوس کر لی۔

"آیئے! تشریف لائیے، امی نے اجازت دے دی ہے ——" انا وارث کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ اور وارث بیٹی کی نگاہوں کی چبھن کو دل پہ محسوس کرتے ہوئے، لرزتے وجود کے ساتھ اپنے گھر کی دہلیز عبور کر گیا۔

انا نے دیکھا کہ اس کی ماں دروازہ چھوڑ کر اندر چلی گئی ہے۔ جب وہ اجنبی کو لے کر اندر پہنچی تو وہ صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی، اور انا نے پہلی بار اپنی ماں کے چہرے پہ وجاہت دیکھی۔ تنی ہوئی گردن، سپاٹ چہرہ جو اپنے اندر وقار اور تمکنت لئے ہوئے تھا۔

"مہمان کے لئے چائے بنالاؤ بیٹی ——" سائرہ نے انا کو ٹالنے کی کوشش کی کیونکہ وہ وارث کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ پہچانتی ہیں امی انہیں، یہ کون ہیں ——؟" انا بول پڑی۔

"چہرہ تو دھندلا دھندلا سا ہے لیکن آواز جانی پہچانی ہے۔ بیٹی! جاؤ تم چائے بنالاؤ ——"

"لیکن امی آپ ——" انا نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ سائرہ ہاتھ اٹھا کر بڑی رعونت سے بولی۔

"جاؤ انا جو کہا ہے، وہی کرو ——"

انا نے پریشان کن نظروں سے اجنبی کی طرف دیکھا۔ پھر ماں کی طرف

اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سے ہٹ گئی۔ اس نے اپنی ماں کو آج تک اس قدر تلخ لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو بڑی شفیق اور مہربان ماں تھی ـــــ جس نے اپنی ساری عمر اپنی اولاد کے مستقبل پر قربان کر دی تھی ـــــ جو اپنا خون مشین کو پلا پلا کر اولاد کے مستقبل کو سنوارتی رہی ـــ آج اسی ماں نے اسے ایک اجنبی کے لئے ڈانٹ دیا تھا ـــ وہ پریشان ذہن لئے باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اب مدتوں کے بچھڑے دو ساتھی ایک دوسرے کے سامنے تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ لمحے، کچھ ساعتیں اور کچھ گھڑیاں دونوں کے درمیان سے بڑی خاموشی سے گزر گئیں۔

"بیٹھ جائیے، کھڑے کیوں ہو ـــ ؟" اچانک سائرہ کے ہونٹ لرزے۔

"شکریہ سائرہ ـــ"

"نام مت لو میرا ـــ بچی شک کر جائے گی ماں کے کردار پر ـــ"

سائرہ کی سرگوشی شدت جذبات سے لرزی۔

"کیسی ہو ـــ ؟" وارث کا دل رو پڑا ـــ کس قدر خوب صورت چہرہ تھا جو جوانی میں بڑھاپے اور رنڈھاپے کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

"جیسی بھی ہوں، تمہارے سامنے ہوں ـــ" سائرہ کی آواز کانپ گئی تھی۔

رکیسے کاٹی ہے زندگی ــــ ؟"

"آنکھوں والے ہو غور سے دیکھو ـــــ گذرے ہوئے سنگدل ایام کے نقش میرے چہرے پہ عیاں ہیں اور ـــــ اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ اس چہرے پہ کوئی داغ تو نہیں ہے ـــــ"

"نہیں میری سائرہ پر کوئی داغ نہیں ـــــ میرا ایمان ہے کہ کوئی داغ ہو ہی نہیں سکتا ـــــ" وارث کی آواز شدتِ جذبات سے لرز لرز گئی تھی۔

سائرہ نے ایک گہری سانس لی اور مدھم آواز میں بولی۔

"اس اعتماد اور اعزاز کا شکریہ وارث ـــــ"

"ایک بار پھر وارث کہو ـــــ" وارث رو پڑا۔

"ابھی پتی نہیں ہے ـــــ" باہر دور سے انا کی آواز پڑی۔

"پڑوس سے مانگ لو بیٹی ـــــ!" سائرہ اپنی آواز کی لرزش کو چھپانے کے لئے چیخ کر بولی۔

پھر باہر سے آواز نہ ابھری۔ جب سناٹا چھا گیا تو سائرہ پھر بولی۔

"اپنی بیٹی کو دیکھا ـــــ کس قدر جوان ہو گئی ہے ـــــ"

"ہاں دیکھا، بہت ہی خوب صورت ـــــ بہت ہی پیاری، ہو بہو اپنی ماں کی تصویر ہے ـــــ"

"بی۔ اے میں پہلا سال ہے اس کا ـــــ بڑی حساس اور محنتی لڑکی ہے
اس بار سائرہ کے لہجے میں فخر تھا۔

"یہ تمہاری تربیت اور دودھ کا اثر ہے ـــــ"

سائرہ کچھ نہ بولی ـــــ وہ مسلسل وارث کی طرف دیکھ رہی تھی، اور
وارث جو خود اسے دیکھے جا رہا تھا، مدھم سی آواز میں بولا۔

"کیا تمہیں میری صورت صاف نظر آ رہی ہے ـــــ"

"ہاں کیوں نہیں ـــــ آنکھوں کی روشنی کم ہے تو کیا ہوا، دل کی
آنکھیں تو روشن ہیں ـــــ"

"نظر اسقدر کمزور کیوں ہو گئی ـــــ؟"

"محلے والوں کے کپڑے سلائی کرتے کرتے تھک سی گئی ہوں ـــــ"

"تم ـــــ میں تمہارا مجرم ہوں ـــــ کیا مجھے معاف نہیں کر سکتیں ـــــ؟"

وارث تڑپا ـــــ اس سے پہلے کہ سائرہ کوئی جواب دیتی کمرے کی طرف
بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز نے دونوں کو محتاط کر دیا ـــــ وارث نے
جلدی سے آنکھیں خشک کر لیں ـــــ آنے والی انا تھی جو دروازے کے اندر
نہیں آئی تھی، وہیں کھڑے کھڑے بولی۔

"امّی جان! اگر دودھ اور پتی ایک ساتھ پڑوس سے مانگا جائے تو وہ
ضرور پوچھیں گے کہ آنے والا مہمان اس قدر اہم کیوں ہے ـــــ؟"

وارث بیٹی کے اس قدر تلخ سوال پہ بوکھلا گیا اور ہڑبڑا کہ بولا۔

"چائے رہنے دو بیٹی۔ مجھے ضرورت بھی نہیں ——"

"ہاں، یہ ذرا جلدی بن رہی ہے —— پھر کبھی پی لیں گے —— تم مہمان کو دروازے تک چھوڑ آؤ —— یوں مہمان کی عزت بڑھ جائے گی ——"

"شکریہ —— آپ واقعی بہت عظیم خاتون ہیں —— اور میں آپ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں ——" وارث اتنا کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر نظر بھر کہ اس نے سائرہ کی طرف دیکھا اور باہر نکل آیا —— انا اسے دروازے تک چھوڑنے آئی لیکن وہ دروازے پہ رک گیا تھا اور انا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اگر تم اجازت دو تو تمہارے سر پہ ہاتھ رکھ کر رخصت ہو لوں ——"

"اس کی ضرورت تو نہیں —— کیونکہ جس نے ہاتھ رکھنا تھا، وہ ہی نہیں رہا —— بہرکیف آپ رکھ لیجئے ——"

"شکریہ بیٹی ——" وارث نے شفقت سے انا کے سر پہ ہاتھ رکھا اس کا ہاتھ بری طرح لرز رہا تھا۔

"پھر بھی کبھی آیئے گا ——"

"ضرور آؤں گا بیٹی! ضرور آؤں گا —— اگر چائے پلانے کا وعدہ کرو۔"

"گھر میں دودھ، پتی اور چینی موجود ہو تو چائے بنانے میں کوئی

اعتراض نہیں ——"

وارث نے نثار ہو جانے والی نگاہوں سے بیٹی کی طرف دیکھا، پھر موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"خرم بیٹا پڑھ رہا ہے کیا ——؟"

"جی نہیں، انہوں نے بی۔ اے کر لیا ہے۔ آج کل وہ ملازمت کی تلاش میں ہیں —— اور مجھے امید ہے جب ان کو ملازمت مل گئی تو پھر گھر میں آتے ہوئے مہمان کے لئے دودھ پتی لیتے پڑوس نہیں جانا پڑے گا۔"

"شرمندہ کر رہی ہو بیٹی ——"

"سچ بولنا ماں نے سکھا دیا ہے۔ اس لئے اپنی پوزیشن بتاتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی ——"

"اگر میں کچھ مالی مدد کرنا چاہوں تو قبول کر لو گی بیٹی ——؟"

"میری امی اگر سہارے لے کر زندہ رہنے کی کوشش کرتیں تو آج ہم لوگ اس قدر مفلس نہ ہوتے کہ گھر آتے ہوئے مہمان کو چائے تک نہ پلا سکتے —— میری ماں بہت خوددار ہے جناب —— اس نے اپنا خون بیچ بیچ کر ہمیں جوان کیا ہے —— ان کا سارا خون سلائی مشین پی گئی۔ بہر کیف مجھے افسوس ہے کہ آپ کی آفر قبول نہیں کر سکتی —— البتہ اپنی مخلصانہ آفر امی کے سامنے پیش کیجئے گا۔ ہو سکتا ہے پرانے تعلقات کی وجہ سے

قبول کرلیں —— خدا حافظ —— !" اتنا کہہ کر وہ بڑی تیزی سے پلٹی تھی۔
اور وارث کو ذہنی جھٹکا دے کر لرزتا کانپتا چھوڑ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

"اُف میرے خدا —— یہ لڑکی کیا کہہ گئی ہے —— ؟" وارث وہیں دیوار کا سہارا لے کر کھڑا رہ گیا —— جیسے وہیں زمین میں نصب ہوگیا ہو۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ماں کے کردار پر شک کر گئی تھی —— آخر کیوں نہ کرتی۔ بقول اس کے کہ اس نے اپنی تمام عمر کسی غیر مرد کو ماں سے ملتے نہیں دیکھا تھا۔ اور آج اس کی ماں نے جس انداز سے اسے جھڑک دیا تھا —— وہ اس بات کی علامت تھی کہ جان پہچان پرانی ہے —— انا کا شک کرنا بجا ہے۔

وارث اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے اس مکان سے اپنے آپ کو دور لے گیا جو اس کا اپنا آشیانہ تھا —— اس کا ذہن گھر کی مفلسی دیکھ کر، بیٹی اور بیوی سے مل کر جل اٹھا تھا —— جہاں تڑپتے دل کو سکون ملا تھا وہاں کچھ چنگاریاں بھی اندر بھر گئی تھیں —— اور وہ ان چنگاریوں کی تپش اپنے وجود میں محسوس کر رہا تھا۔

ماں صرف ماں ہوتی ہے انا ــــ اُس
پر کبھی شک مت کرنا ــــ شک محبت اور
عظمت کو کھا جاتا ہے۔ ہم ہی دونوں اُس
کا کُل سرمایہ ہیں ــــ اور کل اثاثہ ہیں۔
ہم سے ہی اس کے وجود میں حرارت ہے۔
اور ہماری وجہ سے ہی اس کی سانسوں
کی آمد و رفت جاری ہے ــــ اور جب ہم
نے ہی اُس کی ذات کی نفی کر دی
تو ماں مر جائے گی۔

سولہ سترہ سال کی انا جس قدر خوب صورت تھی، حساس بھی واقع ہوئی تھی — شاید گھر کی خستہ حالت اور ماں کی محنت و مشقت نے اسے ضرورت سے زیادہ حساس اور زمانہ ساز بنا دیا تھا — ورنہ اس قدر باریک باتیں نہ کرتی — وقت نے شاید جو اس چھوٹے سے گھرانے کو دکھ، درد اور کرب دے رکھا تھا، اس نے ان کے اندر ضرورت سے زیادہ احساس پیدا کر دیا تھا۔ جب ایک اجنبی کو ماں کے ساتھ اس طرح جان پہچان کرتے دیکھا — اور اس کا باہر نکال دیا جانا اسے بہت عجیب سا لگا تھا۔ اپنی ماں کے محتاط طرزِ عمل سے اس کے سینے پہ ایک بھاری سی سل آ پڑی تھی۔ وہ ہلکے ہلکے قدموں سے واپس لوٹی تھی۔ اس کا رُخ ماں کے کمرے کی طرف تھا۔ جہاں سے وہ اجنبی اٹھ کر گیا تھا۔ نجانے دونوں کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں۔ تقریباً بیس منٹ تو ٹھہرا تھا وہ۔

کیا کہہ گیا تھا ماں کو ؟ کیا کہا تھا ماں نے اس سے ؟ اس قدر پرانی جان پہچان کہ ایک ماں بیٹی کو جھڑک دے اور دونوں تنہائی میں بات کرنے کے لیے اسے باورچی خانے میں بھیج دیں. جبکہ ماں جانتی تھی کہ گھر میں دودھ اور پتی نہیں ہے — جب اس نے اس بات کا اعلان کیا تھا تو اسے مزید اپنے سے دور کرنے کے لیے پڑوس میں بھیج دیا تھا. جبکہ آج تک پڑوس سے ماں نے کوئی چیز نہیں منگوائی تھی — یہ تو اسے کمرے سے دور رکھنے کا بہانہ تھا — یہ اشارہ تھا کہ ادھر مت آؤ — جبکہ یہ بات ماں ویسے بھی کہہ سکتی تھی.

اتا یہی بات سوچتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی اور ماں کو وہیں اپنی سابقہ حالت میں بیٹھے پایا، جہاں اسے چھوڑ گئی تھی.

"مہمان کو چھوڑ آئیں بیٹی — ؟"

"ہمارے گھر میں آنے والا شاید یہ پہلا مہمان تھا، جو میرے لیے قطعی اجنبی تھا — کون تھا امی — ؟"

"اپنا تھا — غیر نہیں تھا —"

"اگر اپنا تھا تو اتنا عرصہ کہاں رہا — ؟"

"میں پوچھ نہیں سکی اور ہاں بُوا حاجرا کو کپڑے دے آؤ. بیس روپے لانا، پیسے دینے کے معاملے میں بہت بخیل ہے وہ — " سائرہ نے

اس کے سوال کو ٹال دیا۔

"میں نے آپ سے مہمان کے بارے پوچھا تھا ـــــ" انا کا لہجہ کافی سنجیدہ تھا۔

"اس قدر کرید کر کیوں پوچھ رہی ہو ـــ؟"

"صرف اس لئے کہ ماں کے رشتے داروں کو جاننا اولاد کا بھی حق ہے۔ اور ـــــ"

"کچھ رشتے خونی ہوتے ہیں بیٹی ـــ اور کچھ احساس سے تعلق رکھتے ہیں ـــ اور میں چاہتی ہوں کہ مزید کوئی سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہی بہتر ہے۔"

"آپ کے لئے یا میرے لئے ـــــ؟"

سائرہ نے بیٹی کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا اور ٹھہرے ٹھہرے سے لہجے میں بولی۔

"تمہارے لئے بھی اور میرے لئے بھی ـــــ"

"بہتر ہے جو آپ کا حکم ـــ لیکن مجھے نجانے کیوں اپنا یہ رشتہ دار کچھ اچھا نہیں لگا ـــــ"

"کیوں اچھا نہیں لگا ـــــ؟"

"میں نے اس کی آنکھوں میں عجیب سی پیاس دیکھی ہے ـــــ"

"پیاس کے بھی کئی رنگ ہوتے ہیں بیٹی ـــ جاؤ کپڑے دے آؤ ـــ"

"میں آپ کے پاس کچھ دیر بیٹھنا چاہتی ہوں ——" آنا اپنے سابقہ لہجے میں بولی۔

"ضرور بیٹھو —— لیکن مہمان کے بارے کوئی سوال نہیں کرو گی ——"

"میرے سینے پہ ایک سل سی آپڑی ہے امّی، پہلے گھر کی بربادی، آپ کی دن رات کی محنت اور بھوک کا ہی بڑا دُکھ ہے ——"

"پھر ——" سائرہ کی پھر، بڑی سنگین تھی۔

"یہ اجنبی مہمان ایک نئی سوچ دے گیا ہے —— مَن بھاری ہو گیا ہے امّی —— آپ اس کے بارے کچھ چھپا رہی ہیں ——"

"ہاں چھپا رہی ہوں —— اپنے تعلقات چھپا رہی ہوں، جو ماضی میں اس کے ساتھ رہ چکے ہیں —— کیوں یہی کہنا چاہتی ہو نا، تم —— ؟" سائرہ ایکدم چیخ پڑی۔

"پلیز امّی! آپ اس قدر رنجش نہ ہوں —— میرا مطلب صرف اتنا تھا کہ۔"

"تمہارا مطلب کچھ نہیں تھا سوائے ماں کے کردار کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کے —— بیوقوف لڑکی اگر تمہاری ماں کی چادر پہ داغ ہوتا تو آج گھر کی حالت یہ نہ ہوتی —— جاؤ چلی جاؤ اور آئندہ کبھی ہمارے دودھ پہ شک نہ کرنا —— اس میں نہ کبھی ملاوٹ ہوئی ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔"

"مم —— میں معافی چاہتی ہوں امّی! میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ آپ

تو بہت عظیم ہیں ـــــ "انا پریشان ہو کر بولی اور سائرہ نے اسی لمحے بیٹھے بیٹھے اپنا رخ بدل لیا ـــ جو اس بات کی علامت تھا کہ وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتی ـــ انا اٹھ کر باہر آگئی تھی۔

گو ماں پہ وہ شک نہیں کر سکتی تھی، لیکن اجنبی کا کردار، اس کی آمد اور ماں کا رویہ کوئی کہانی سُنا رہا تھا ـــ وہ مزید پریشان ہو گئی تھی۔

جب باہر نکلی تو اسے خرم نظر آیا جو شاید ابھی ابھی باہر سے لوٹا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے امّی نے پٹائی کر دی تمہاری ـــ جو بارہ بج رہے ہیں تمہاری صورت پہ ـــ"

"ادھر آیئے بھیّا ـــ آپ سے ایک بہت اہم بات کرنا ہے ـــ"

انا اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

اور خرم، جو اس سے دو سال بڑا تھا ـــ جو بڑی وجیہہ شخصیت اور نکھار لئے ہوئے تھا ـــ بہن کے پیچھے پریشان پریشان سا چل دیا۔

"امّی کو سلام بھی نہیں کرنے دیا تم نے ـــ آخر کون سی قیامت آ گئی ہے گھر میں ـــ؟"

"قیامت نہیں، ایک مہمان آیا تھا ـــ "انا اندر داخل ہوتے ہوئے بولی:

"مہمان اور ہمارے گھر میں ـــ تعجب ہے ـــ"

"امّی کا کوئی رشتے دار تھا — بہت ہی پرانی جان پہچان والا —"

"حالانکہ امّی نے باپ کے رشتے دار اور اپنے تمام رشتے داروں کو گھر سے دور رکھا ہے۔ پھر یہ کیسا رشتے دار تھا —" خرم حیرت سے بولا۔

"بیٹھو بھیا — میں پریشان ہوں —" انا چارپائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ اور خرم بیٹھ گیا۔ پھر انا کچھ توقف کے بعد بولی۔

"امی نے اسے اندر بلوایا تھا — اور مجھے کمرے سے چائے کے بہانے دور کیا تھا — بیس منٹ بعد مہمان چلا گیا — اور امی اس کے بارے کچھ بتانے سے پرہیز کر رہی ہیں — میں نے پوچھا لیکن رنجیش ہو گئیں اور مجھے بھاگنا پڑا۔"

"پھر تو مجھے بات بھی نہیں کرنا چاہیئے، امی کا معاملہ ہے — امی جانیں — تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو —"

"مجھے کچھ عجیب سا لگا ہے —"

"ہماری امّی بڑی عظیم عورت ہے انا — بس اس بات کو ضرور مد نظر رکھنا — اگر وہ اس اجنبی کے بارے ہمیں کچھ بتانا نہیں چاہتیں، تو ہمیں جاننے کے لئے ضد نہیں کرنا چاہیئے —"

"بہتر ہے بھیا — یونہی ہو گا — اب جائیے آپ امی کو سلام کر آئیے۔"

"شکریہ —" خرم مسکرایا اور اُٹھ گیا۔

"کہو کچھ بندوبست ہوا ۔۔۔ ؟"

"جوتا نیا خریدنا پڑے گا، ملازمت تلاش کرنے کے لیئے ۔۔۔" خرّم یہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا اور سیدھا اپنی ماں کے پاس پہنچا۔

"آداب امّی جان ۔۔۔ !"

"جیتے رہو ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے اس بے وقوف لڑکی سے گپ شپ کر کے آئے ہو ۔۔۔ کیونکہ میں نے تمہارے قدموں کی آواز دس منٹ پہلے سنی تھی ۔۔۔"

خرّم مسکرا پڑا اور بولا

"دراصل ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہے ۔۔۔ وہ کسی مہمان کا ذکر کر رہی تھی۔

"اب تم پوچھو گے اس کے بارے میں ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ ؟"

"میں قطعی یہ گستاخی نہیں کروں گا امی جان ۔۔۔ میں ماں کے رتبے کو سمجھتا ہوں اور پھر یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر آپ کوئی بات ہمیں نہیں بتانا چاہتیں تو اس میں کوئی بہتری ہوگی ۔۔۔"

سائرہ نے بیٹے کی طرف بھرپور نظروں سے دیکھا اور بولی۔

"مجھے تم پہ فخر ہے بیٹے ۔۔۔ اور ہاں کہیں کچھ بندوبست ہوا ۔۔۔ ؟"

"ہاں! ایک دو جگہ آس بندھی ہے ۔۔۔ پرائیویٹ فرمیں ہیں تنخواہ کم ہے

لیکن وقتی طور پہ کام چل جائے گا ــــــ "

"تمہیں پسند ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مت کرنا ــــــ مجھ میں ابھی بہت دَم ہے بیٹے ــــــ "

"میں جانتا ہوں، کتنا دم ہے امّی ــــــ کاش میں آپ کو خوشیاں دے سکوں اور دنیا کی ہر نعمت آپ کے قدموں میں ڈال سکوں ــــــ "

"گھبراؤ نہیں بیٹے! ماں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ــــــ زندگی میں کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھے گا تو ــــــ جتنی سختیاں تھیں، میں نے اپنی جان پر جھیلی ہیں۔ اب اچھے دن آئیں گے ــــــ اور بہت جلد آئیں گے۔ بس ایک بات کا خیال رکھنا کہ حق حلال کا رزق اس رزق سے بہتر ہے جسے کھاتے ہوئے ڈر آتا ہو ــــــ اور کبھی اسے کھانے کے بعد اُگلنا پڑ جائے"

اور خرّم مسکرا پڑا ــــــ آگے بڑھ کر اس نے ماں کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"میں لباس تبدیل کر لوں امّی ــــــ "

اور سائرہ مسکرا دی۔

جب خرّم باہر آیا تو صحن میں انّا موجود تھی۔ جسے دیکھ کر خرّم بولا۔

"امریکہ کے صدر پہ واٹر اسکینڈل کیس بنا تھا اس حرکت پر ــــــ "

"میں ماں بیٹے کی باتیں سننے باہر نہیں نکلی تھی ــــــ اگر ایسی کوئی بات

ہوتی تو صحن کی بجائے برآمدے میں جناب کو ملتی ــــــ"

"شام کے سائے پھیل رہے ہیں اور شاید سردی بھی ہے لہٰذا تمہیں اس وقت کچن میں ہونا چاہیئے تھا ــــــ"

اور انّا خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی ــــــ وہ جان گئی تھی کہ اس کے بھائی کو اس وقت کھانے کی ضرورت ہے ــــــ ورنہ وہ عام حالات میں سات بجے سے پہلے کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ لباس تبدیل کر کے کچن میں آگیا اور بولا۔

"آج کیا نصیب میں ہے ــــــ؟"

"آلو اور چپاتی ــــــ" انّا بولی۔

"گھبراؤ نہیں، چند دن بعد گوشت کھلاؤں گا ــــــ"

"کیسا ذائقہ ہوتا ہے اس کا بھیّا ــــــ؟"

"اگر بکرے کا ہو تو اچھا ہوتا ہے ــــــ اور اگر انسان کا ہو تو بدبو آتی ہے ــــــ"

"آپ بہت گندے ہیں بھیّا ــــــ"

"کیا واقعی ــــــ؟"

"سچی بات قبول کر لینا عظمت کی نشانی ہے ــــــ"

"بہتر ہے ــــــ میں گندہ ہوں، میری بہن گندی ہے اور ہے کوئی نہیں

ورنہ اسے بھی گندہ کہہ دیتا ــــــ"

"مجھے مت گھسیٹیں درمیان میں ــــــ"

"میں نے اپنی بہن کی بات کی ہے، تمہاری نہیں ــــــ"

انا نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا اور بولی۔

"پورے دو ماہ ہو گئے ہیں جب ایک پاؤ گوشت پکایا تھا ــــــ"

"قدرت بڑی بے نیاز ہے۔ شکر خورے کو شکر دیتی ہے ــــــ ہم دال اور سبزی کھا کر جب اس کا لاکھوں بار شکریہ ادا کر لیتے ہیں تو اوپر والے کو کیا ضرورت پڑی ہے ہمارے شکر بجا لانے میں کمی واقع کرے ــــــ"

"بات تو یہ بھی ٹھیک ہے ــــــ" انا بولی۔

"بس ذرا سوچ کی بات ہے ــــــ ویسے حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یہ ہماری آلو چپاتی، گوشت کے قتلے معلوم ہو رہے ہیں۔ دراصل یہ خوب صورت پکوائی پر بات جاتی ہے ــــــ ہاتھ خوب صورت ہوں تو ہر شے اچھی اور لذیذ پکتی ہے ــــــ"

"اس قدر مسکہ کیوں لگایا جا رہا ہے ــــــ؟"

"ایسا مت کہو ــــــ میں تو ہر روز تمہاری تعریف کرتا ہوں۔ ویسے کیا بات کہتی ہو کہ آج گھر میں آنے والا مہمان کیسا تھا ــــــ؟"

"خوب صورت انسان تھا ــــــ گو چالیس بیالیس کے لگ بھگ رہا ہوگا

دیکھنے میں کافی حد تک بارعب اور سرمایہ دار معلوم ہو رہا تھا. بھری بیس کا خوبصورت اور قیمتی سوٹ پہنے ہوئے تھا. کنپٹیوں پر چند ایک بال سفید بھی تھے. جو اُس کی شخصیت میں نکھار پیدا کئے ہوئے تھے۔

"کیا نام بتایا تھا اُس نے ــــــ" خرّم نے دوسرا سوال کیا۔

"نام تو اُس نے نہیں بتایا تھا. لیکن اس کی آمد کچھ عجیب سی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کو اُس وقت سے جانتا ہو. جب ہم چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ کہہ رہا تھا کہ اُس نے بہت عرصہ پہلے جب میں چھوٹی سی ننھی تو میری پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور بھیّا اُس کی آنکھوں میں عجیب سی پیاس تھی اور خاص بات یہ ہے کہ امی نے مجھے چائے کے بہانے کمرے سے نکال دیا تھا. جب میں نے پھر آنے کی کوشش کی تھی تو پڑوس میں جانے کو کہہ دیا تھا کہ دودھ پتّی وہاں سے مانگ لاؤں۔ ہے نا عجیب بات ــــ"

"بولتی رہو ــــ رکو نہیں ــــ"

"اور دوسری خاص اور اہم بات یہ تھی کہ جب وہ مہمان امی کے کمرے سے باہر نکلا تھا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جیسے پہلے بھی روتا رہا ہو ــــ"

"ہاں یہ بہت زیادہ خاص بات ہے ــــ کتنا وقت ٹھہرا تھا امی

کے پاس ـــــ"

"یہی کوئی ہیں پچیس منٹ ـــــ"

"چلو چھوڑو اس قصّے کو۔ امی جانیں اور اُن کا مہمان۔ ہوگا کوئی پرانا رشتے دار ـــــ ہماری مفلسی پر رو دیا ہوگا ـــــ"

"بھیّا! اگر ایسی بات ہوتی تو امی مجھے کیوں دور رکھتیں کمرے سے۔"

"پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو ـــــ؟"

"کچھ نہیں ـــــ"

"دیکھو انّا ـــــ ایک بات یاد رکھنا۔ ماں پر کبھی شک نہ کرنا۔ اُس عظیم عورت کے دامن پر کوئی داغ نہیں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہماری ماں نے ہمیں کِن کِن مصیبتوں سے پرورش کیا ہے۔ اُس نے اپنی پوری جوانی تیاگ دی ہے ہم دونوں کے لئے۔ اگر چاہتی تو دوسری شادی کرسکتی تھی ـــــ لیکن نہیں، اُس نے باپ کا سوتیلا پن ہمارے سروں پر نہیں آنے دیا ـــــ یہی اُس کی عظمت ہے۔ یہی اس کے کردار کا نشان ہے۔ پتہ نہیں آنے والا کون تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے باپ کے خاندان سے ہو اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ ہماری ماں اب تھک چکی ہے۔ مزید حالات سے لڑنے کی اُن میں نہ سکت ہے اور نہ طاقت اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماں کسی اچھے وقت اس مہمان

کے بارے میں، ہم کو بتا دے۔ لیکن تمہارا فرض ہے کہ سب کچھ بھول جاؤ ـــــ اور ماں کو کبھی بھی اس بات کا شک نہ ہونے دو کہ ہم نے مہمان کے بارے کبھی ذہن پراگندہ کیا تھا۔ کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم ضرورت سے زیادہ اُس مہمان میں دلچسپی لے رہی ہو اور ضرورت سے زیادہ اُلجھی ہوئی ہو ـــــ کیوں میں غلط تو نہیں کہہ رہا ـــــ"

"میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی بھیّا ـــــ" انّا محتاط انداز میں بولی۔

"شکریہ انّا ـــــ! مجھے تم سے یہی اُمید ہے۔ کیونکہ ہماری ماں کے پاس کل سرمایہ، اپنی زندگی کی کُل پونجی صرف ہم دونوں ہیں۔ یہی اس کا کُل اثاثہ ہے اور یہی اس کی کائنات ـــــ ہم ہی اس کی زندگی کی سانسیں ہیں اور ہم ہی اُس کے وجود کی حرارت ہیں ـــــ"

"ایک چپاتی اور بنا دوں ـــــ"

"نہیں بس شکریہ! پیٹ بھر گیا ـــــ" خرّم مُسکرایا اور ہاتھ دھو کر اُٹھ گیا ـــــ

انّا بھی جواباً مُسکرائی تھی اور اُس نے یوں سر کو اثبات میں جنبش دی تھی جیسے اپنے بھائی کے خیالات سے متفق ہو۔

بزنس کے کچھ اصول ہوتے
ہیں اور اسی طرح بدمعاشی کے
بھی۔ جب کسی پر چڑھائی کرنا
چاہو تو اس انسان کو اچھی طرح
ناپ تول اور جانچ لو ـــــ کہیں ایسا
نہ ہو کہ وہ تمہارے حلق میں پھنس
جائے اور تم اپنا بھرم تک کھو بیٹھو۔

زندگی کی کشتی کھینچتے کھینچتے وہ آج جس منزل پر آ پہنچا تھا ــــ وہ منزل بھی اُس کے وجود کی طرح خالی تھی ــــ جیسے وہ اپنے وجود کے سائے میں رہ گیا تھا ــــ اور کوشش کے باوجود وہ منزل تک پہنچ سکا تھا۔ جب وہ اپنے آشیانے سے بیوی اور بیٹی کو دیکھ کر لوٹا تھا تو اپنے اندر بے پناہ کرب سمیٹ لایا تھا۔ کس قدر مفلسی تھی اُس گھر میں۔ جہاں اُس کے دو بچے اور بیوی رہتی تھی۔ خود اس کے پاس لاکھوں روپیہ تھا۔ لیکن حالات سے لڑتے لڑتے پھول جیسے تین چہرے کملا گئے تھے۔ اُس نے اپنی بیٹی کو دیکھا تھا جو پڑھ رہی تھی۔ کس قدر تلخ تھی۔ شاید اُس کے اندر اتنا زہر حالات نے بھر دیا تھا۔ بھوک اور کم مائیگی نے دے دیا تھا۔ کس قدر کٹیلے الفاظ تھے اُس کے۔

"ماں اگر سہارا لے کر زندہ رہنا چاہتی تو آج ہمارے گھر کی حالت یہ نہ ہوتی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے دودھ پتی کے لئے پڑدس نہ جانا پڑتا ــــــ"

"اُف میرے خدا ــــــ" وارث کے ہونٹوں سے کراہ نکل گئی تھی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھا ہوا اپنے فلیٹ کی طرف رواں دواں تھا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ سڑکوں پر روشنی کے بلب جل اُٹھے تھے۔ ہر کوئی اپنے گھر کی طرف رواں دواں تھا۔ لیکن ایک وارث تھا جو اپنے گھر کو چھوڑ کر وجود کے سائے میں گم ہوئے جا رہا تھا۔ مگر نہیں وہ تو اپنے ساتھ ایک کرب لئے جا رہا تھا اور اس کرب میں روشنی کی ایک مدھم سی لکیر پھیل رہی تھی۔ اور وہ روشنی کی کرن سائرہ تھی۔ جس کو دیکھ کر اُسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اُس کا ہی انتظار کرتی رہی ہو۔ اُسے دیکھ کر وہ پریشان نہ ہوئی ہو بلکہ جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہو ــــ اُس نے یہ بھی محسوس کیا تھا جیسے خوفزدہ بھی ہو ــــ شاید اولاد سے خوفزدہ تھی ــــ آخر کیوں ــــ ؟

وہ انہیں بتا کیوں نہیں دیتی تھی کہ میں اُن کا باپ ہوں ــــ"

شاید وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ عجیب ہٹ دھرم اور ضدی عورت تھی۔ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔ لیکن اب بھی اپنے اصولوں پر

تنی کھڑی تھی ــــ

وارث نے محسوس کیا تھا کہ جیسے وہ اُس سے جی بھر کر باتیں کرنا چاہتی ہو، اپنی باتیں، اس کی باتیں ــــ اَنّا اور خرم کی باتیں، گزرے ہوئے پندرہ سولہ سال کی باتیں، لیکن وہ نہیں کر سکی تھی۔

جب وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تو چابی لینے کی اُسے ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ فلیٹ نیم وا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ زہرہ جمال ابھی تک وہیں موجود تھی۔ جب دستک دے کر اندر داخل ہوا تو وہ اُس کے سواگت کے لئے آگے بڑھ آئی تھی۔

"مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ اتنی جلدی لوٹ آئیں گے ــــ"

"آپ کا خیال تھا کہ شاید پھر سال بعد لوٹوں گا ــــ"

"نہیں اتنا لمبا چوڑا خیال بھی نہیں تھا ــــ" وہ ہنس دی تھی۔ اُس کے موتیوں ایسے دانت وارث کو بہت بھلے لگے تھے۔

"چائے چلے گی یا کھانا ــــ" وہ اپنا اون کا گولا اور سلائیاں سمیٹتے ہوئے بولی۔ شاید وہ تنہا بیٹھی سوئیٹر بن رہی تھی۔

"ہر دو گھنٹے بعد کھانا کھانے کی مجھے عادت نہیں۔ باقی رہا چائے کا معاملہ، تو مناسب نہیں ہے کہ بار بار آپ کو زحمت دوں ــــ"

"جب آپ پہلے یہاں رہتے تھے تو اپنی ضروریات کیسے پوری

کرتے تھے ___"

"نیچے بہت ہوٹل ہیں اور ہوٹلوں میں ضرورت کی ہر شے ملتی ہے ___"

"گھر جیسا مزہ تو نہیں ہوتا ___"

"شاید آپ درست کہہ رہی ہیں۔ لیکن بحالتِ مجبوری انسان کو قناعت کرنا پڑتی ہے ___"

"بہرکیف سالن وہی ہے جو آپ پہلے کھا چکے ہیں۔ البتہ سویٹ ڈِش کا اضافہ کیا ہے ___ آج کیونکہ آپ میرے مہمان ہیں۔ اس لئے کل سے آپ ہوٹل جا سکتے ہیں ___"

"بہتر ___ جائیے چائے بنا لائیے ___" وارث کو مجبوراً ہتھیار ڈال دینے پڑے۔

"وہ سامنے تھرماس رکھا ہے اور دو عدد کپ بھی تپائی پر رکھے ہیں۔ اگر اجازت دیں تو بنا دوں ___"

"کمال ہے، آپ پہلے سے ہی تیار کئے بیٹھی ہیں ___"

"میں نے سوچا کہ آپ کھانے کے وقت سے پہلے آ گئے، تو سردی میں چائے بہتر رہے گی۔ کیونکہ سالی بعد تو آپ کو اچھی گھر کی چائے نصیب ہو رہی ہے۔ لہذا آپ پہلے سے انکار نہیں کریں گے ___ اس لئے بنا لائی تھی ___"

وارث نے اُس کے اِن ریمارکس پر اُس کی طرف غور سے دیکھا
کہ یہ طنز کس انداز سے کیا گیا ہے ــــ لیکن وہ تو وہ تو مسکرا رہی تھی۔
لہذا وارث بھی جواباً مسکرایا اور بولا۔
"آپ کو شاید کوئی شدید قسم کی غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے میرے بارے۔"
"اگر آپ ایسا محسوس کرتے ہیں کوشش کیجئے کہ واضح ہو جائے۔"
"کیا یہ ضروری ہے ــــ"
"اتنا ضروری بھی نہیں کہ تعلقات خراب کئے جائیں ــــ" لفظ تعلقات
پر زہرہ جمال نے کافی زور دیا تھا۔ جس پر وارث چونکا تھا۔ پھر
بات بدلتے ہوئے بولا۔
"چائے بنائیے ــــ"
"ابھی لیجئے ــــ" وہ سراپا اخلاق اور میزبان بن گئی۔ اور کچھ
توقف کے بعد وہ کپ میں چائے ڈال کر لے آئی اور اُسے وارث کی
طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔
"بھائی جان آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے ــــ"
"اگر میں نے اُنہیں سال بھر کا کرایہ دے دیا تو ضرور خوش ہوں گے
ورنہ سامان بحق کرایہ ضبط ــــ"
"ارے نہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔ بڑے فراخ دل اور رحم پرور

ہیں۔ اور ساتھ کھلے ذہن کے ــــ"

"وہ تو مجھے آپ کو یہاں دیکھ کر اندازہ ہو گیا ہے ــــ"

"چلیئے کچھ تو اندازہ ہوا ــــ"

"اندازوں کی غلطی بھی ہو سکتی ہے ــــ" وارث کا انداز ذومعنی تھا ــــ

"جہاں غلطی ہو گی میں درست کر دوں گی ــــ" وہ زیرِ لب مسکرائی ــــ اور یہ جملہ اور مسکراہٹ وارث کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اُس نے چائے کا ایک بڑا سا گھونٹ لیا اور بولا۔

"آپ کے بھائی جان کی تشریف آوری کب تک ہو جائے گی۔"

"بس کسی دم پہنچنے والے ہیں۔ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے انہیں آپ کے بارے میں علم ہو جائے گا کہ گمشدہ کرائے دار واپس لوٹ آیا ہے۔ ویسے بھائی جان کا خیال تھا کہ آپ کہیں یاداشت کھو کر اِدھر اُدھر ہو گئے ہوں گے ــــ"

"اچھا خیال تھا ــــ لیکن یہ تو اُن کا خیال تھا۔ آپ کا کیا اندازہ تھا ــــ"

"آپ کو دیکھ کر کچھ کر لیا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ اس کا اظہار

کروں ——"

"بہتر —" وارث اب اس سے مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ عورت گو اس میں دلچسپی لے رہی ہے لیکن اپنے اندر شکوک کا انبار لئے ہوئے ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وارث خود بھی محتاط ہو گیا تھا — لیکن وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔ شاید اسے پوری طرح پڑھنا چاہتی تھی اور وارث اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

زہرہ جمال جو وارث کی طرف بغور دیکھ رہی تھی، بولی۔

"آپ کیا کاروبار کرتے تھے —؟"

"تھے، سے کیا مراد ہے آپ کی —؟"

"میرا مطلب ہے بقول بھائی جان، یادداشت کھو کر ادھر اُدھر ہو گئے تھے۔ اس لئے میں نے سال پہلے کئے جانے والے کاروبار کے بارے معلوم کیا تھا —"

"میں اب بھی وہی کام کرتا ہوں جو ایک سال پہلے کرتا تھا —"

"کون سا کام — ؟ میرا مطلب ہے اس کام کی نوعیت کیا ہے —؟"

"بالکل پرسنل سوال ہے — اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس قدر کیوں مجھے کرید رہی ہیں — ؟"

"انسانی تجسس کی وجہ سے ـــــ اگر آپ بتانا نہیں چاہتے تو کوئی مضائقہ نہیں ـــــ"

"اور آپ پھر کوئی اوٹ پٹانگ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گی۔"

"ظاہر سی بات ہے اور پھر یہ بالکل انسانی فطرت ہے ـــــ"

"وارث نے مسکرا کر بات اڑادی اور وہ خود بھی مسکرا پڑی ـــــ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ کے کاروبار میں، مارپیٹ، گھیراؤ جلاؤ اور تشدد کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار گولی کا دھماکہ بھی ہو جاتا ہو گا ـــــ"

وارث نے پہلی بار اسے گھور کر دیکھا اور بولا۔

"آپ کی شادی ہو چکی ہے ـــــ؟"

"جی ـــــ" وہ ایک دم ہونق ہو گئی۔

"میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کی شادی ہو چکی ہے ـــــ؟"

"میرے سوال سے شادی کا کیا تعلق ہے ـــــ؟" وہ اُلجھ کر بولی۔

"تعلق نہیں تو پیدا کرنے کی کوشش کروں گا ـــــ"

"اگر یہ بات ہے تو بتانے میں کوئی نقصان نہیں ـــــ ہاں میری شادی ہوئی تھی ـــــ"

"ہوئی تھی سے آپ کی کیا مراد ہے ـــــ؟"

"طلاق ہو گئی ــــ"

"کتنے عرصے بعد ــــ؟"

"سات ماہ گیارہ دن بعد ــــ"

"او ــــ مجھے دکھ ہوا ــــ" وارث تاسف سے بولا۔

"لیکن مجھے دکھ نہیں ہوا تھا کیونکہ طلاق میں نے خود لی تھی ــــ اور جس دن علیحدگی ہوئی تھی اور میں اس بندھن سے آزاد ہوئی تھی، بہت خوش ہوئی تھی ــــ یوں معلوم ہوا تھا، جیسے کسی بدبودار پنجرے سے نکل آئی ہوں ــــ بہرکیف یہ دوسری کہانی ہے۔ امید ہے کہ آپ میرے جواب سے مطمئن ہو گئے ہوں گے ــــ"

"آپ کی اس وقت عمر کیا ہے ــــ؟"

"آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے ــــ؟"

"اندازے تو غلط بھی ہو جاتے ہیں ــــ"

"اڑتیس کے لگ بھگ ہوں ــــ" وہ نہایت سنجیدگی سے بولی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ آپ نے پھر شادی ہی نہیں کی ــــ؟"

"ہاں ضرورت محسوس نہیں کی تھی ــــ"

"اب کیا پوزیشن ہے ــــ؟"

"کیا مطلب ــــ؟" وہ وارث کے سوال پر بے ساختہ چونکی تھی۔ اس

کے چہرے پہ اُبھر آنے والے تاثرات کچھ ایسے تھے، جیسے وہ پریشان ہو گئی ہو۔

"مطلب یہ کہ کیا آپ اس اسٹیج پر ضرورت محسوس کر رہی ہیں ——؟"
"یہ آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا ——" وہ چیں بہ جبیں ہو کر بولی۔
وارث مسکرایا اور بولا۔

"اب آپ نے میرے کاروبار کے متعلق کوئی سوال کرنا ہے ——؟"
"نہیں ——" وہ ایکدم اٹھ گئی، جیسے وارث کے سوالات کی سنگینی نے اسے پریشان کر دیا ہو ——"
"ارے بیٹھئے نا ——"

"شکریہ، پھر حاضر ہوں گی ——" اتنا کہہ کر وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

وارث سمجھ گیا کہ محترمہ ناراض ہو گئی ہے۔ حالانکہ اس نے کوئی غلط بات نہیں کہی تھی —— اس نے اپنے اندازے کے مطابق سچ کہہ دیا تھا اور سچ کیونکہ کڑوا ہوتا ہے اور وہ بھی اگر کسی عورت کے سامنے کہہ دیا جائے تو بات بگڑ جاتی ہے —— اور شاید بات بگڑ گئی تھی —— وہ ناراض ہو کر چلی گئی تھی —— وارث کو اس کے جانے کے بعد احساس ہوا، جیسے اسے یہ تنہائی اچھی نہ لگی ہو —— وہ اس سے باتیں کرتی ہوئی اچھی لگ رہی

تھی. کم از کم تلخ اور سنگین خیالات کی یلغار سے بچا ہوا تھا ـــــ ادھر وہ گئی
ادھر اسے انا یاد آ گئی ـــــ خرم یاد آگیا اور سائرہ کی صورت سامنے آ
کھڑی ہوئی ـــــ چائے ختم ہو گئی. اس نے دوسرا کپ تھرماس سے بھر لیا۔
سگریٹ سلگا اور ختم ہو گیا ـــــ لیکن زہرہ نہ آئی۔

وہ اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک دھماکے سے دروازہ
کھلا ـــــ اور تین آدمی اندر گھس آئے ـــــ اور وارث انہیں دیکھ کر یوں
اچھلا تھا، جیسے صوفے کے سپرنگ نے اسے اچھال دیا ہو ـــــ ان تینوں
میں وہ نکی بھی تھا جو جیل کے باہر اسے ملا تھا ـــــ بھدے ہونٹوں والا موٹا
نکی ـــــ وارث باقی دونوں کو بھی جانتا تھا ـــــ وہ شیخ امان اللہ کے آدمی
تھے ـــــ جنہیں خونخوار کتے کہا جا سکتا تھا ـــــ نکی کے ہونٹوں پر سگار دبا ہوا
تھا اور وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح وارث کو گھور رہے جا رہا تھا.
وارث بالکل ساکت کھڑا تھا ـــــ اور نگاہیں ریوالور والے پر جمی ہوئی تھیں.
خوفناک دہانے والا ریوالور جس کی نالی وارث کی طرف اٹھی ہوئی تھی ـــــ
اچانک نکی نے اپنے بھدے ہونٹوں سے سگار نکالا اور وارث سے بولا.

"تمہارا بھیجا ہوا تحفہ شیخ صاحب کو بہت پسند آیا ہے ـــــ"

"یقیناً پسند آیا ہو گا ـــــ" وارث کینہ توز نظروں سے اسے گھورتے
ہوئے بولا.

موٹانکی مسکرایا اور بولا۔

"ہاں انہیں بہت پسند آیا ہے ـــــ یہی وجہ ہے کہ ہم تمہیں یہاں نظر آرہے ہیں ـــــ"

"کیا چاہتے ہو ـــــ؟"

"شیخ صاحب فرما رہے تھے تمہیں بڑی عزت سے لایا جائے۔ اور اگر تمہیں عزت پسند نہ ہو تو پھر بنڈل بنا کر گاڑی کی ڈگی میں ڈال دیا جائے ـــــ اگر سانسوں کی آمد و رفت جاری رہے تو ان تک پہنچا دیا جائے ورنہ کسی گٹر میں پھینک کر قصہ ختم کر دیا جائے ـــــ لہٰذا اب تم بتاؤ کہ کس طرح جانا پسند کرو گے ـــــ"

"تمہارے شیخ کے حلق میں پھنس جاؤں گا موٹے ـــــ بہرکیف بات کر لینے میں کوئی نقصان نہیں ـــــ" وارث کا لہجہ بڑا زہریلا تھا ـــــ پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"چلو ـــــ" وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔

وہ تینوں اس سے بھی زیادہ پھرتیلے تھے۔ بڑی تیزی سے برابر پہنچے تھے اور وارث کو درمیان میں لے کر چلتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگے ـــــ ریوالور والا وارث کے پیچھے تھا ـــــ موٹانکی پھدک پھدک کر بالکل مینڈک کی مانند سیڑھیاں اتر رہا تھا ـــــ ایک ساتھی وارث کے بائیں

ہاتھ تھا — جب چار سیڑھیاں رہ گئیں تو وارث ایکدم بیٹھ گیا۔ ریوالور والا اس کے اوپر گرا تھا اور وارث نے اسے اپنے اوپر سے اچھال کر موٹے پہ دے مارا تھا — پھر بائیں ہاتھ والے کو سنبھالنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ یہ یک لخت کیا ہو گیا ہے — ؟ جب اس کے منہ پہ وارث کا ہاتھ پڑا تو اس کی بینائی وقتی طور پہ جاتی رہی تھی — وارث نے پھر ریوالور والے کو اٹھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ بجلی ایسی تیزی سے اس پہ جا پڑا تھا — اور اس کا ریوالور ہاتھ میں لیتے ہوئے نیچے آخری سیڑھی تک جا پہنچا۔

"اب تم لوگ شرافت سے چلتے رہو — خبردار آواز نہ نکلے —" وارث ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

وہ تو اچھا تھا کہ اندھیرا چھا چکا تھا اور سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے کسی کرائے دار سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

تینوں نے بیک وقت وارث کو گالی دی تھی۔

"اچھی زبان استعمال کرنا سیکھو — اور اگر یہ زبان تم لوگوں کی مادری زبان ہے تو برا نہیں مانوں گا — ورنہ جو تحفہ شیخ صاحب کو پسند آیا تھا، میں نہیں چاہتا کہ تین مزید تحفے اسے روانہ کر کے بھیج دوں —"

"پچھتانے کا وقت شاید تمہیں نہ ملے —" موٹا نکی بولا۔

"خاموشی سے چلتے رہو —" وارث کے حلق سے غراہٹ نکلی۔
وارث تینوں کو لئے گاڑی تک پہنچا تھا۔

"چلو بیٹھو اندر — میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ اُس طرح جانا میری عزت نہیں تھی اب اس طرح جانے میں بھرم بھی ہے اور وقار بھی —"
تینوں نے اسے گھور کر دیکھا تھا — پھر باری باری خاموشی سے اندر بیٹھ گئے تھے — وارث ترچھا ہو کر فرنٹ سیٹ پر نکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ریوالور اس نے اب بھی ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

"حرامزدگی نہیں کرنا موٹے — میں نے تمہیں وارننگ دی تھی کہ اپنی منحوس صورت لے کر میرے سامنے مت آنا — لیکن تم نے شاید اس بات پر غور نہیں کیا تھا —"

"اب ضرور کروں گا —" نکی کا لہجہ بڑا سفاک تھا — پھر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی — وارث جو ترچھا بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی نظر پیچھے بیٹھے ہوئے دو بدمعاشوں پر تھی — اور احتیاط برت رہا تھا کہ یہ دونوں اچانک اسے کہیں چھاپ نہ بیٹھیں۔

نکی نے ہونٹوں میں سگار داب رکھا تھا اور بڑی سنگین خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا — پھر ٹھیک پندرہ منٹ بعد اچانک وارث نے اسے گاڑی روکنے کو کہا۔

"کیوں، کیا بات ہے ــــ ؟"

"جو کہہ رہا ہوں وہی کرو موٹے! انکار سننے کا عادی نہیں ہوں ــــ"

وارث کا لہجہ بڑا خونخوار تھا۔ لہٰذا نکّی نے گاڑی ایک طرف روک دی۔
وارث ریوالور سنبھالے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

"اب تینوں باہر آجاؤ ــــ اور اپنے اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو"

"کیا کرنا چاہتے ہو ــــ ؟" نکّی باہر نکلتے ہوئے غرّایا۔

وارث نے ریوالور کو جنبش دی اور تینوں کو ایک طرف اترنے کو کہا۔ یہ علاقہ کافی سنسان تھا اور زمین پلاٹوں کے حصّوں میں بٹی ہوئی تھی۔ شاید وہاں تعمیراتی منصوبہ تیار ہو رہا تھا۔ تینوں اُسے گھورتے ہوئے سڑک سے نیچے اُتر آئے۔ سڑک کے الیکٹرک پول کی روشنی اس طرف زیادہ نہیں پڑ رہی تھی۔ وارث ایک مناسب جگہ پر رُک گیا اور تینوں کو بھی رُکنے کو کہا۔

"اس ریوالور میں چھ گولیاں ہیں۔ کیونکہ میں چیک کر چکا ہوں اور اتفاق سے تم تین ہو۔ لہٰذا فی فرد دو عدد گولیاں کچھ مناسب نہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم تینوں اس بات کا فیصلہ کر لو ــــ"

"کیا مطلب ــــ ؟" نکّی غرّایا۔

لیکن وارث نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ بلکہ دونوں کو مخاطب

کر کے بولا۔

"تم دونوں اگر زندگی چاہتے ہو تو اس موٹے سؤر کو مارو ـــــ اتنا مارو کہ یہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے، ورنہ ـــــ"

"ورنہ کیا ـــــ؟" دونوں میں سے ایک غرّایا۔

"اس ریوالور پر سائلنسر لگا ہوا ہے۔ چلنے کی آواز تک نہ اُبھرے گی ـــــ"

"یہ دیکھو ـــــ" اتنا کہہ کر وارث نے ایک کی ٹانگ پر گولی دے ماری اور وہ ایک دم چیخ کر دوہرا ہو گیا۔

"خبردار آواز نہ نکلے ورنہ دوسری گولی سینے میں مار دوں گا ـــــ" وارث غرّایا ـــــ پھر مزید بولا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس موٹے کو مارو ـــــ اسے چلو تم مارو۔ تمہارا ساتھی چند لمحے اپنا زخم دیکھ لے ـــــ" وارث نے دوسرے سے کہا جو خوفزدہ انداز میں وارث کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا واسطہ کسی ہوشمند انسان سے نہیں۔

"مارو موٹے کو ـــــ" وارث نے ریوالور کو جنبش دی ـــــ اور وہ اُچھل پڑا، پھر آہستہ آہستہ موٹے کی طرف بڑھنے لگا۔

"کک کیا کر رہے ہو سؤر کے بچے ـــــ" ننّی بوکھلا کر بولا

اور ساتھ ہی چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن وہ سؤر کا بچہ رُکا نہیں آہستہ آہستہ نگّی کی طرف بڑھتا رہا اور جب نگّی نے دیکھا کہ اُس کا ساتھی ہی اُس کے خلاف ہو گیا ہے تو خود بھی پوزیشن میں آگیا۔

"تم دونوں میں سے وہی میری گولی سے بچ سکتا ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا رہ گیا۔ ورنہ موت اس کا مقدر ہے ——"

وارث کا لہجہ بڑا سفاک تھا۔ اچانک نگّی کے ساتھی نے اُس پر چھلانگ لگادی اور نگّی کا گھونسہ اپنے ساتھی کے منہ پر پڑا —— وہ بلبلا کر نگّی سے گتھم گتھا ہو گیا۔ پھر کچھ ہی لمحوں بعد یوں لگا جیسے دونوں انسان وحشی ہو گئے ہوں۔ دونوں ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے تھے اور تیسرا اپنی ٹانگ کا زخم دباتے وہیں زمین پر بیٹھا عجیب بے بسی کے عالم میں ہونٹ چبا رہا تھا۔ وارث ریوالور لئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں کو وحشیوں کی طرح لڑتے دیکھتا رہا —— اچانک وارث نے زخمی کی طرف دیکھا اور غرا کر بولا۔

"چلو تم بھی اٹھو —— اور اپنے ساتھی کی مدد کرو —— اس پر بھاری پڑ رہا ہے اور ویسے بھی مجھے تم دونوں سے کوئی عداوت نہیں۔ چلو شاباش اٹھ جاؤ ورنہ مجھے دوسری گولی ضائع کرنا پڑے گی ——"

"مم —— میں زخمی ہوں، گولی میری ٹانگ میں رہ گئی ہے ——" وہ

تکلیف کی شدت سے ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"چلو ٹھیک ہے آرام کرتے رہو ـــــ"

اتنا کہہ کر وارث نے دونوں کی طرف دیکھا جو پاگلوں کی طرح ایک دوسرے پر گھونسے چلا رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو شاید جان سے مار دینا چاہتے تھے۔ دونوں کے منہ سے غراہٹیں سی نکل رہی تھیں اور پھر یہ لڑائی پندرہ منٹ بعد ختم ہو گئی ـــــ دونوں زمین پر لیٹے ہوئے تھے ـــــ دونوں بُری طرح زخمی تھے۔ ان میں اتنا دم نہیں تھا کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں ـــــ اچانک وارث پتھر پر سے اُٹھا اور اُنہیں مخاطب کر کے بولا۔

"آئندہ کبھی میرے فلیٹ کا رُخ نہ کرنا ورنہ کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا ـــــ اور ایک بات یاد رکھنا ـــــ بدمعاشی کا پہلا اصول ہے کہ جب کسی پر حملہ آور ہونا ہو تو اُسے اچھی طرح جانچ لو ـــــ کہ وہ کیا شے ہے ـــــ"

اتنا کہہ کر وہ سڑک کی طرف بڑھ گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ گاڑی میں بیٹھا واپس جا رہا تھا۔ بارونق علاقے میں آکر ایک جنرل سٹور پر گاڑی روکی اور وہاں فون پر کوئی نمبر ملایا۔ جیسے ہی کسی نے ریسیور اٹھایا وارث بول پڑا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ وارث لاوارث نہیں ہے۔ وہ کام صرف روپے کی خاطر کرتا ہے لیکن حاکیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ آئندہ کام لینا ہو تو برابر کا سلوک کرنا ورنہ ــــــــ"

وارث نے جملہ ادھورا چھوڑ کر فون رکھ دیا۔ جب اُس نے جنرل سٹور کے مالک کی طرف دیکھا تو وہ اُسے گھور رہا تھا۔ وارث نے جیب سے پیسے نکالے اور کاؤنٹر پر رکھ کر باہر نکل آیا۔ اب اُس کا رُخ بجائے فلیٹ کے کسی اور طرف تھا۔ وہ بڑی فراخدلی سے موٹے نکّی کی گاڑی استعمال کر رہا تھا۔

وہ ماں نہیں بن سکتی تھی۔ وہ عورت جس کی کوکھ بانجھ ہو —— ایسی زمین جو بے آب وگیاہ ہو —— وہ آسمان جس پر سورج، چاند اور ستارے نہ ہوں —— وہ چمن جس میں سبزہ و گل کے رنگ —— خوشبو اور شبنم نہ ہو —— اور وہ گھر جس کی آسیب زدہ دیواروں میں سناٹے بستے ہوں یہ سب تقدیر کا کیسا بھیانک مذاق لگتے ہیں اور وہ سب کس قدر بے رحم اور قابلِ توجہ ہوتے ہیں

زہرہ جمال بھی اُن میں سے ایک تھی۔ جس کی کوکھ بانجھ تھی، اور اس بات کا علم شادی کے سات ماہ بعد اُس کو ہوا تھا —— اور جب اسے اس تلخ اور ناقابل برداشت حقیقت کا علم ہوا تھا تو وہ اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی تھی اور جب اُس کے شوہر نے —— پیار کرنے والے شوہر نے اُس سے کہا تھا کہ تم بانجھ ہو تو اسے یوں

محسوس ہوا تھا جیسے اُسے کوئی غلیظ گالی دے دی گئی ہو — اُس کے منہ پر تھوک دیا گیا ہو — اور اسی دن اُسے اپنے آپ سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کی نگاہوں کا سامنا نہیں کر سکتی تھی — لہٰذا ایک ماہ کی اذیت ناک زندگی گذارنے کے بعد اُس نے طلاق لے لی تھی اور اُس دن اُسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی بند پنجرے سے رہائی ملی ہو — اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی بدل گئی۔ اُس نے جینا سیکھ لیا تھا — لیکن کب تک — اُس کی خاموش زندگی میں اچانک شگاف پڑ گیا۔ جب وارث کا کمرہ نل کھلا رہنے سے پانی سے بھر گیا تھا اور اُس کے بھائی کو تالا توڑ کر اندر داخل ہونا پڑا تھا تو وارث کی تصویر اُس نے دیکھی جو اُس کے دل میں کھُب گئی۔ اُس نے وہیں رہنا شروع کر دیا تھا۔ پھر چند ہفتوں میں ہی اُسے یوں لگنے لگا جیسے یہ گھر اُس کا ہی ہے — وہ سامنے تصویر میں مسکراتا چہرہ اُس کا اپنا ہو — جیسے جسم کا کوئی ایسا اہم حصہ ہو جہاں جذبات ملتے اور جوان ہوتے ہوں — پھر اُس نے اپنے بھائی سے وارث کے بارے کچھ سوالات کئے، جس سے اُسے اتنا معلوم ہو سکا کہ وہ تنہا انسان ہے — کون ہے — کہاں سے آیا ہے، کچھ نہیں معلوم — البتہ یہ ضرور پتہ چلا کہ صاف ستھرا انسان ہے — پھر دن بیتتے چلے گئے

لیکن وارث کہیں کھوگیا۔ وہ اُسے دیکھنا چاہتی تھی۔ جیسے اپنی انجانی خواہشوں کا مرکز بنا بیٹھی ہو۔ وہ دن بدن اُس کے قریب ہوتی جارہی تھی۔ اس قدر قریب کہ کبھی کبھار اُسے گمان گذرتا جیسے وہ وارث کے بغیر نامکمل ہے ـــ پھر پورا سال گزر گیا، اور وارث لوٹ آیا۔ بالکل اس کی امنگوں میں ڈھلا ہوا، بارعب اور وجاہت آمیز شخصیت۔ لیکن اُس نے جب دیکھا کہ وہ کچھ اُلجھا ہوا انسان ہے اور اس کی مصروفیات عام لوگوں سے مختلف ہیں تو وہ پریشان ہوگئی

اُس نے اپنے آپ کو ٹٹولا ـــ کہ اے زہرہ جمال جبکہ تیرے پاس اُسے دینے کو کچھ نہیں پھر تو اس سے لینے کی کیا اُمیّد رکھتی ہے۔ وہ اچھا ہے یا بُرا ـــ اُسے کھونا مت ـــ اُسے بتا دے کہ تو کیا چاہتی ہے ـــ اگر اولاد پیدا نہیں کرسکتی تو تمہارے اندر جذبات کا ایک سرسراتا ہوا طوفان تو موجزن ہے ـــ تمہارے احساسات میں جو آگ کی لپٹیں ہیں کیا اُن میں ہمیشہ اپنے آپ کو جلاتی رہے گی۔

یہ سب کچھ سوچ کر اُس نے فیصلہ کرلیا کہ ـــ کچھ بھی ہو وہ وارث کو اپنائے گی ـــ اُسے اپنے درد میں برابر کا حصے دار بنائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اب بھی اپنے بھائی سے بات کرکے فلیٹ میں موجود تھی۔ اُس کے بھائی نے کسے اس بات کی اجازت دے

دی تھی کہ اگر وارث اُسے اپنانا چاہتا ہے تو اُسے کوئی انکار نہیں۔ وہ اپنی کوشش کر دیکھے۔

اس نے سالن کو تین بار گرم کیا تھا اور اب رات کے نو بج رہے تھے۔ اس نے سیڑھیوں میں ہونے والا ڈرامہ بھی دیکھا تھا ـــ وہ جان گئی تھی کہ وارث کو اپنے تینوں دوست پسند نہیں آئے تھے ـــ شاید وہ بھی اس کے فلیٹ میں گھس آئے تھے۔ اس سے آگے اس نے کچھ نہیں سوچا تھا وہ اتنی بچی نہیں تھی کہ حالات کو نہ سمجھ سکتی ـــ لیکن کیا کر سکتی تھی ـــ اس لیے اس نے قسمت آزمانے کا فیصلہ کر لیا ـــ جب وارث واپس لوٹا تو ساڑھے نو بج رہے تھے۔ وہ اسے فلیٹ میں دیکھ کر بری طرح چونکا اور ہاتھ پہ بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر بولا۔

"اس وقت تو آپ کو اپنے بستر میں ہونا چاہیئے تھا ـــ"

"دراصل انتظار کی کچھ عادت سی پڑ گئی ہے ـــ اس لئے وقت کے گزر جانے کا احساس نہ ہو سکا ـــ"

"میں سمجھا نہیں ـــ" وارث اُلجھ کر بولا۔

"کھانا دو بار گرم کر چکی ہوں ـــ آیئے پہلے اس سے نپٹ لیں ـــ باتیں تو ہوتی رہیں گی ـــ"

"آپ کے بھائی جان اس وقت کہاں ہیں ـــ؟" وارث رات کے

سنائے ہیں اسے اپنے اس قدر قریب دیکھ کر کچھ پریشان ہوگیا تھا۔
تب وہ مسکرا پڑی اور بولی۔
"انہیں معلوم ہے کہ میں نے آج آپ کی دعوت کی ہوئی ہے اور آپ کی آمد کا انتظار کر رہی ہوں ——"
وارث نے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکراکر اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور بولی۔
"کھانا لگا رہی ہوں، تیار ہو جایئے ——"
وارث نے ایک بار پھر کلائی پہ بندھی گھڑی میں وقت کا اندازہ کیا پھر جیسے ہی اس نے زہرہ کی طرف دیکھا تو احساس ہوا جیسے وہ پہلے سے زیادہ نکھری نکھری ہو —— جیسے اس نے اپنے آپ کو بہت ہی غیر محسوس انداز میں بنایا سنوارا ہو —— اس کے ہونٹوں پہ بڑی مدھم سی لپ اسٹک موجود تھی —— وہ تپائی پر خاموشی سے کھانا لگا رہی تھی —— اور اس کے سیاہ بال جو پہلے بندھے ہوئے تھے اب ہر بندش سے آزاد تھے۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا حالانکہ وہ کھانا باہر سے کھا کر آیا تھا اسے قطعی بھوک نہیں تھی لیکن وہ نجانے کیوں اس کا اظہار نہ کر سکا تھا —— وہ اچانک سالن کا ڈونگا اٹھا کر کچن میں چلی گئی —— شاید وہ ٹھنڈا ہوگیا تھا اب وہ تیسری بار اسے گرم کر رہی تھی —— وارث نے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔

صوفے کی پشت سے ٹک کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر وہ اس
کی مترنم آواز پہ ہی سیدھا ہوا تھا۔
"بار بار گرم ہونے والا سالن اپنا ذائقہ کھو دیتا ہے ۔"
وارث کچھ نہ بولا تھا ۔ خاموشی سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا
پھر اس نے زہرہ جمال کی طرف دیکھا اور بولا۔
"آپ کیوں نہیں کھا رہیں ۔ ؟"
وہ مسکرا دی اور بولی۔
"بھائی جان کے ساتھ کھا چکی ہوں ۔"
"آپ کے بھائی جان اپنی سمجھ میں نہیں آئے ۔"
"بہت اچھے اور مخلص انسان ہیں ۔"
وارث خاموش ہو گیا ۔ دو چار لقمے لینے کے بعد اس نے ہاتھ روک
لیا تھا۔
زہرہ نے اس کی طرف خشمگیں نظروں سے دیکھا ۔ جیسے کہہ رہی ہو
کہ کم از کم میرے انتظار کا ہی کچھ بھرم رکھ لیا ہوتا ۔ اور وارث ان
نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے بولا۔
"دراصل ایک دوست نے زبردستی کھانا کھلا دیا تھا ۔"
"آئندہ آپ کھانا گھر پہ کھایا کریں ۔"

"مجھے کھانا پکانا نہیں آتا ——" وارث زبردستی مسکرا پڑا۔
"مجھے تو آتا ہے ——" وہ برجستہ بولی۔
"آخر آپ چاہتی کیا ہیں —— ؟"
"وہ زیرِ لب مسکرادی اور بولی۔
"پورا سال آپ کا انتظار کیا ہے ——"
"کیوں —— ؟"
"آپ کی وہ تصویر جو کارنس پر رکھی ہوئی ہے، بہت خوب صورت ہے
میں اکثر اسے صاف کرتی رہتی تھی۔"

وارث کے ذہن کو لگنے والا جھٹکا بڑا شدید تھا۔ وہ ہونق سا ہو گیا تھا —— کیونکہ وہ بڑے واضح الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر گئی تھی۔ وہ تپائی پہ جھکی ہوئی برتن سمیٹ رہی تھی اور وارث اس کی لپشت پہ نظریں جمائے اسے گھورے جارہا تھا —— اچانک اسے احساس ہوا جیسے وہ آسمان سے اتری ہو —— بہت ہی خوب صورت ہو —— اور وہ جو ایک مدت سے پیاسا چلا آرہا تھا —— اس کی پیاس دوچند کر گئی ہو —— وہ جیسے ہی برتن ایک طرف رکھ کر اس کی طرف مڑی، وارث غیرارادی طور پہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ اسے دیکھے جارہا تھا —— اس کے دیکھنے کے انداز میں عجیب طرح

کا ندیدہ پن تھا --- وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا تھا اور وہ اپنی جگہ سمٹ گئی تھی --- جیسے کبوتر باز کو دیکھ کر کبوتر اپنی جگہ سمٹنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ بھی سمٹی تھی اور وارث بالکل اس کے قریب چلا آیا تھا --- اس قدر قریب کہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ہالے میں زہرہ کا چہرہ تھا --- وہ اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا --- اور وہ پلک جھپکائے بغیر سہمے سہمے انداز میں اسے تکے جا رہی تھی --- پھر اس نے وارث کی وحشت سے گھبرا کر کچھ کہنے کے لئے لب کھولے --- لبوں کی کلیاں وا ہوئی تھیں، لیکن آواز نکلنے سے پہلے ہی وارث کے ہونٹ ان پر آ چپکے تھے۔ مدت سے بہار کا جھونکا نہیں آیا تھا --- رات کی کوکھ سے صبح بہاراں کی شبنم نہیں ٹپکی تھی --- بڑی مدت بعد جب زہرہ کے ہونٹوں کی پنکھڑیوں پہ جذبات کی اوس پڑی تو اس کے حلق سے ایک لطیف سی کراہ نکلی --- اور وہ جو بے نام سی جدوجہد کر رہی تھی، وہ بھی بھول گئی اور وارث کے بازوؤں میں جھول کر رہ گئی --- شاید دونوں پیاسے تھے --- اس سے پہلے کہ وحشت میں تمام تار لوٹ جاتے، وارث جیسے خود ہی ہوش میں آ گیا --- کیونکہ طوفانوں کی سرسراہٹ اور ان کی گونج وہ اپنے پورے وجود میں سن رہا تھا --- احتیاط لازم تھی --- حالانکہ زہرہ مجسم سپردگی کی علامت بن کر اس کے اندر جذب ہو گئی تھی --- لیکن وارث تیزی سے پیچھے ہٹ گیا --- اس

نے زہرہ کی طرف دیکھا اور خفیف سا ہو کر بولا۔

"آئی۔ ایم سوری —" اس کے معذرت کے انداز میں عجیب سی ندامت تھی۔

زہرہ کچھ نہ بولی تھی۔ بس اسے تکے جا رہی تھی — اس کی آنکھوں میں مچلتے ہوئے جذبات کی سرخ سی لکیر تھی۔

"شکریہ —!" زہرہ کے ہونٹ نیم وا ہوئے اور ایک مترنم سی سرگوشی فضا میں ترنم بکھیر گئی — وہ مزید بولی۔

"سال بھر کے انتظار کا انعام خوب صورت تھا —" اتنا کہہ کر وہ برتن وہیں چھوڑے اڑن چھو ہو گئی۔

وہ تو چلی گئی لیکن اپنے بدن کی خوشبو وہیں چھوڑ گئی — وارث بے دم سا ہو کر صوفے پہ گر گیا تھا — سامنے بیڈ پہ بڑی خوب صورت سی چادر بچھی ہوئی تھی — اور وارث کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس چادر کو اس نے کبھی نہیں خریدا تھا — ایک طرف لحاف تہہ کیا رکھا تھا۔ خوب صورت تکیہ تھا جو بڑے سلیقے سے رکھا گیا تھا — اور وہ بھی اس کا اپنا نہیں تھا۔

وارث کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہی اس کی منزل ہو۔ جو اس کے اندر آگ لگا کر بھاگ گئی تھی — جو مزید پیاس بھڑکا گئی تھی۔ وہ

اٹھا تھا اور ریوالور جو ان لوگوں سے چھینا تھا تکیے کے نیچے رکھ دیا۔
ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ دروازہ بند کر دیتا — لیکن نجانے کیوں اسے احساس ہو رہا تھا جیسے وہ پھر آئے گی — اور اپنے وجود کی تمام تر رعنائیاں اپنے سیمیں بدن کی تمام خوشبو اور حرارت اس میں آکر جذب کر دے گی۔
لیکن وارث کے اندازے غلط ثابت ہوئے تھے۔ وہ نہیں آئی تھی — اور وارث نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا — اسے شیخ امان اللہ سے بھی خطرہ تھا کیونکہ وہ کتے کی دُم پر پاؤں رکھ چکا تھا — کہیں ایسا نہ ہو کہ سوتے میں دشمن فائدہ اٹھا جائے اور اسے اس رات کی صبح دیکھنا نصیب نہ ہو۔
سر رات کے بارہ بج گئے تھے اور وہ جاگ رہا تھا — اس کی آنکھوں کی پگڈنڈیاں سونی پڑی تھیں — ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ بیوی کی امانت میں خیانت کا مرتکب ہونے والا ہے — وہ اس کا حق کسی دوسری عورت کو دینے والا ہے — اور اس سوچ نے اُسے پریشان کر دیا — پھر وہ کب سویا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔
صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے — وہ کافی دیر بے حس و حرکت بستر پہ لیٹا رہا — پورے سال بعد وہ نرم و گداز بستر پہ سویا تھا — کس قدر راحت تھی اس بستر میں — اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب جیل نہیں جائے گا — بلکہ وہ کالا دھندہ ہی نہیں کرے گا۔

وہ اٹھ کر باتھ میں چلا گیا ــــ تازہ پانی سے اس نے غسل کیا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے داخلی دروازے کا لاک کھول دیا ــــ اور سیدھا کچن میں چلا آیا ــــ جب اس نے سامان چیک کیا تو اسے وہاں ضروریات کا سامان دیکھ کر قطعی حیرت نہیں ہوئی ــــ بلکہ وہ مسکرا پڑا تھا ــــ صاف ستھرے برتن اور ہر شے قرینے سے رکھی ہوئی تھی ــــ دودھ کا ڈبہ، پتی چینی تک موجود تھی ــــ اس نے کیتلی پکڑ کر پانی چولہے پہ رکھ دیا ــــ وہ اپنے لیے چائے تیار کر رہا تھا ــــ اچانک اس کی نظر ڈبل روٹی، انڈوں اور مکھن پر پڑی ــــ اور وہ پھر مسکرا پڑا تھا۔

"مردوں کو یہ کام زیب نہیں دیتے ــــ" اچانک زہرہ کی آواز نے اسے چونکا دیا ــــ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"صبح بخیر ــــ رات کیسے گزری ــــ؟"

"کچھ تلخ اور کچھ حسین خیالات کے ہجوم میں ــــ"

"کیسی تھی ــــ؟"

"پہلے گزرنے والی راتوں سے بہتر تھی ــــ"

"شکریہ ــــ!"

"کس بات کا ــــ؟"

اور وہ پہلی بار شرما گئی ــــ پھر اپنے بدن کو چراتے ہوئے بولی۔

"آپ شیو کر لیجئے ___ میں ناشتہ تیار کر دیتی ہوں ___"
وارث اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچن سے باہر نکل آیا۔
اندر سے زہرہ کی آواز ابھری۔
"باہر کا دروازہ لاک کر دیجئے ___"
"کیوں ؟" وارث اُلجھ کر بولا۔
"آپ کے دوست بن بلائے اندر گھس آتے ہیں ___" زہرہ اونچی آواز میں بولی ___ اور وارث نے غیر ارادی طور پہ تکیے کی طرف دیکھا۔ جس کے نیچے ریوالور رکھا ہوا تھا ___ لیکن پھر اس کی موجودگی کو محسوس کر کے وہ زہرہ کی بات پہ مسکرا دیا۔
وہ باتھ میں گھس گیا تھا ___ وہاں شیو کا سامان موجود تھا۔ اس نے شیو کیا ___ لوشن استعمال کیا اور جب باہر نکلا تو زہرہ چھوٹی سینٹر ٹیبل پہ ناشتے کے برتن چن رہی تھی۔
"غسلِ صحت اور آزادی مبارک ہو ___" زہرہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دھماکہ خیز انداز میں بولی ___ اور وارث یوں سیدھا ہوا جیسے سوتے سے بیدار ہوا ہو۔
"کیا مطلب ___ ؟" اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔
اور وہ مسکرا دی ___ اس کی مسکراہٹ بڑی شرمیلی تھی۔ جیسے کہہ رہی

ہو ییں نے تم پر طنز نہیں کیا۔ اس کی کٹورا ایسی آنکھیں آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں اور وارث پر جم گئیں۔

"آپ بات کو اُلجھا کر کیوں کرتی ہیں ـــــ اگر کچھ کہنا ہے تو کھل کر کہہ دیجئے ـــــ"

"جو کہنا تھا کل رات کہہ چکی ہوں ـــــ" یہ الفاظ پھر اس نے شرما کر کہے تھے اور ناشتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"یہ سب ٹھنڈا ہو جائے گا ـــــ"

وارث کے ہونٹ سکڑ سے گئے ـــــ وہ بڑی سنگین خاموشی سے آگے بڑھا تھا اور ٹیبل کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ ناشتہ شاید اپنے بھائی جان کے ساتھ کریں گی ـــــ"

"اگر آپ میرا ساتھ پسند نہیں کرتے تو بھائی جان کے ساتھ کر لوں گی۔"

"چلئے بیٹھ جائیے ـــــ"

اور زہرہ اس کے سامنے بیٹھ گئی ـــــ دو چار منٹ دونوں کے درمیان خاموشی رہا ـــــ دونوں بڑی سنگین قسم کی خاموشی کے ساتھ ناشتہ کرتے رہے ـــــ پھر اس دل میں اتر جانے والی خاموشی کا سینہ وارث نے اپنی آواز سے چاک کیا ـــــ اور بولا۔

"آپ میرے بارے کیا جانتی ہیں ـــــ؟"

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں ــــ؟" وہ لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ لاکر بولی۔

"جو کچھ آپ میرے بارے جانتی ہیں بتا دیجئے ــــ"

"میں یہ جانتی ہوں کہ آپ بہت اچھے انسان ہیں تنہا زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کے ملنے والے آپ جیسے نہیں ــــ آپ کو انہیں سمجھانے کے لئے بار بار زحمت اٹھانا پڑتی ہے اور ــــ"

"بولتی رہیئے، رکیئے مت ــــ" وارث اسے خاموش ہوتے دیکھ کر بولا۔

"کیا یہ کافی نہیں ــــ"

"کچھ دیر پہلے غسل صحت اور آزادی پہ مجھے مبارک باد دی تھی۔ اس کی وضاحت کیجئے ــــ"

"کیا میں نے غلط مبارک باد دی تھی ــــ؟"

"دیکھیئے آپ پھر بات کو الجھا رہی ہیں ــــ میں صاف گو انسان ہوں الجھاوے پسند نہیں کرتا ــــ"

"اور کیا کیا پسند نہیں کرتے ــــ"

"پلیز زہرہ ــــ!"

"نام سے پکارنے کا شکریہ! آپ کے منہ سے اچھا لگا ــــ اور بڑی

اپنائیت تھی آپ کے انداز میں ـــــ " زہرہ انڈے پہ چھری چلاتے ہوئے، بولی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ بات کرنے کے فن سے آشنا ہیں۔ لیکن کیا یہ زیادتی نہیں کہ آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں ـــــ؟"

"پوچھئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ ـــــ؟" زہرہ سنجیدہ ہو گئی۔

"میرے بارے کیا جانتی ہیں آپ اور مبارک باد کیسی تھی ـــــ؟"

"آپ سال بھر کہاں رہے ـــــ؟"

"جیل میں ـــــ" وارث صاف گوئی سے بولا۔

"مجھے اندازہ ہو گیا تھا اسی لئے آپ کو غسلِ صحت اور آزادی کی مبارکباد دی تھی۔

"اب یہ پوچھیے جیل کیوں گیا تھا ـــــ؟"

"بڑے لوگ جاتے ہیں آپ بھی چلے گئے ہوں گے۔ اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے ـــــ؟"

"اور آپ اس کے باوجود میری عزت کرتی ہیں ـــــ"

"میں آپ کو پسند کرتی ہوں ـــــ"

"یہ میرے لئے اعزاز ہے لیکن آپ نہیں جانتیں کہ میں کون ہوں اور"

"اور میں جاننا بھی نہیں چاہتی ـــــ سال بھر جو انتظار کرتی رہی ہوں اور

اس انتظار کی جس قدر لذت تھی اسے اپنے اندر جذب کر چکی ہوں۔ اب جبکہ آپ واپس لوٹ آئے ہیں تو مجھے یہ جاننے کی قطعی ضرورت نہیں کہ آپ کے ماضی کا پس منظر کیا ہے ـــــ آپ کون ہیں اور کیا کرتے رہے ہیں اور اب کیا کر رہے ہیں ـــــ کیا ذریعہ معاش ہے آپ اور کس ذریعہ سے دولت حاصل کرتے ہیں ـــــ آپ اور جن لوگوں سے آپ کا واسطہ ہے گو وہ اچھے نہیں لیکن اس کے باوجود میں ان کے بارے معلوم نہیں کروں گی ـــــ "

وارث مسکرا پڑا اور بولا۔

"ہر بات کا جواب آپ نے سوچ رکھا ہے ـــــ "

"جی ہاں، فل تیاری کر رکھی ہے ـــــ" وہ مسکرا دی۔

"میری سمجھ میں یہی بات نہیں آ رہی کہ آخر بن دیکھے، بن آزمائے آپ اس قدر آگے کیوں بڑھ آئی ہیں ـــــ؟"

"کیا آپ کو میں پسند نہیں ـــــ؟"

"بات پسند اور ناپسند کی نہیں، الجھاوے کی ہے۔ آخر میں ہی کیوں آپ کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوں ـــــ؟"

"اس بات کا تعلق محسوسات سے ہے۔ شاید آپ نہ سمجھ سکیں کیونکہ میں ایک عورت ہوں ـــــ ایک ایسی عورت جو ایک بار دلہن بن چکی ہے۔

جس نے شوہر کے پاس کچھ وقت گزارا ہے ـــــ جو جانتی ہے کہ میاں بیوی
کے درمیان کون سی شے اہم ہونا چاہیئے ـــــ دونوں کون سی بنیاد پہ اکٹھے
رہ سکتے" اور کون سی باتیں دونوں کو زندہ رہنے پہ مجبور کر سکتی ہیں ـــــ"
"وہ تو سب ٹھیک ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر
میں ہی کیوں ـــــ ؟ جبکہ آپ مجھے جانتی تک نہیں ـــــ"
"آپ یہ نہیں کہہ سکتے" کہ آپ کو جانتی نہیں ـــــ کیونکہ پورا سال آپ
کو دیکھتی رہی ہوں ـــــ"
"میری تصویر کو ـــــ؟"
"ہاں ایک ہی بات ہے۔ تصویر بھی تو آپ کی ہے گو وہ بھرپور جوانی
کی ہے ـــــ لیکن ہے تو آپ کی ـــــ اور میں نے آپ کی تصویر کو دیکھا
آپ کی آنکھوں میں جھانکا ـــــ ایک بار نہیں، سینکڑوں بار نہیں، ہزاروں
بار ـــــ اور مجھے ایک ہی بات نظر آئی ـــــ"
"کون سی بات ـــــ؟"
"تڑپ، کرب ـــــ ویرانی، احساسِ محرومی اور کم مائیگی کا جان لیوا
احساس ـــــ ان سب چیزوں نے مجھے آپ کے قریب کیا ہے۔ کیونکہ میں
خود بھی ان چیزوں کی شکار رہتی اور ہوں ـــــ"
وارث نے پریشان کن نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کپ کی

چائے حلق میں انڈیل کر بولا۔

"میں باتوں میں آپ سے نہیں جیت سکتا ــــــ"

"سچی باتیں کر رہی ہوں ــــــ"

"اور آپ کی سچی باتوں سے میں پریشان ہو رہا ہوں ــــــ"

"پیار کرنا جرم تو نہیں ــــ کسی کو چاہنا گناہ تو نہیں ــــ پیار تو زندگی کی حرارت کا نام ہے ــــــ" زہرہ پلکیں جھپک کر اور ہونٹوں پہ تبسم کی کرن سجا کر بولی۔

"لیکن میرے نزدیک یہ سب چیزیں جرم ہیں۔ کیونکہ میں ترسا ہوا اور منزل سے بھٹکا ہوا انسان ہوں ــــ مسافر ہوں مختلف راستوں کا ــــ اور تمام راستے اندھے ہیں ــــ اس لئے میں اس محبت جیسی میٹھی حماقت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"ناشتہ آپ نے ٹھیک طرح سے نہیں کیا ــــــ"

"بات کو بدلئے نہیں ــــ بس آپ کی وجہ سے پریشان ہوں ــــــ"

"پریشان ہونا چھوڑیئے ــــ جینا سیکھئے ــــــ"

"کیسے ــــ؟"

"پھر بتاؤں گی ــــــ" وہ مسکرا کر اٹھ گئی اور برتن سمیٹ کر کچن میں چلی گئی ــــ وارث نے سگریٹ نے سگریٹ سلگا لیا اور صوفے کی پشت سے

ٹک گیا تھا۔ زندگی اسے کس موڑ پہ لے آئی تھی۔ ایک طرف اس کی جان لینے کے درپے کچھ لوگ تھے۔ دوسری طرف اپنے ہی گھر میں پہچاننے والا کوئی نہیں تھا اور ایک طرف یہ عورت ایک نیا کھیل محبت کے نام پہ کھیلنا چاہتی تھی۔ اور وہ تین دیواروں میں پھنس کر رہ گیا تھا اور پس رہا تھا۔ ماضی ایک کرب تھا — ماضی ہی موت بنا ہوا تھا اور حال میں تین چیزیں سمٹ آئی تھیں — موت، کرب کا زہر اور محبت کا احساس — عجیب مثلث تھی — ایک نرالی تکون تھی۔ لیکن وہ وقتی طور پہ تینوں کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

زہرہ جمال جب برتن رکھ کر کچن سے باہر آئی تو وارث نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا اور اٹھ کھڑا ہوا — اور زہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ ضروری کام ہیں — اس لئے باہر جا رہا ہوں —"

"تو جایئے — کیا چابی چاہیئے دروازے کی —؟" زہرہ کا لہجہ عجیب سا تھا۔ جسے محسوس کرتے ہوئے وارث تیزی سے باہر نکل گیا۔

وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتا تھا کہ اس کے اس اقدام پہ زہرہ کے تاثرات کیا تھے۔

وہ اپنے ہی دروازے پر کھڑا تھا۔ یہ اس کا اپنا گھر تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے۔ عجیب بے بسی تھی۔ وہ کافی دیر تک وہاں کھڑا دستک دینے کے لئے بھی جھجک رہا تھا۔ دو دن قبل ہی تو وہ وہاں سے ہو کر گیا تھا۔ اور وہی دروازہ تھا جس پر دستک دینے پر اس کی بیٹی آئی تھی —— اس کی اپنی بیٹی انّا —— وہ انّا جو اپنی مفلسی پر بھی فخر کرتی تھی۔ جسے اس بات کا دکھ نہیں تھا کہ مہمان کو چائے پلانے کے لئے گھر میں دودھ پتّی نہیں ہے۔ ہاں وہی انّا جو اس کی بیٹی تھی۔ باپ کو اجنبی سمجھ کر اس سے الجھ پڑی تھی —— اور اس وقت وارث پھر اسی دروازے پر کھڑا تھا جو اس کا اپنا تھا، لیکن اپنا نہیں تھا۔ اور یہ وہ وقت تھا جب انّا اور خرم کا گھر میں موجود ہونا ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ ابھی صرف گیارہ بجے تھے۔ خرم

ملازمت کے لئے کہیں دھکے کھا رہا ہوگا اور انّا کالج گئی ہوگی۔ لہٰذا وارث جانتا تھا کہ اس وقت اس کی بیوی گھر میں تنہا تھی اور وہ اس سے ملنے آیا تھا۔ اس نے اس وقت کا خود تعیّن کیا تھا تاکہ سائرہ سے باتیں کر سکے۔ اپنی باتیں —— دل اور زندگی کی باتیں —— گزرے ہوئے وقت کی باتیں —— اور اب آنے والے دنوں کی باتیں۔ وہ اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جوانی کے کٹھن دنوں کو اور پندرہ سالوں کو اس نے کس طرح گزارا —— اور اب اس کا کیا پروگرام ہے۔ کیا گھر کے دروازے اب بھی اُس کے لئے بند ہیں یا —— کھل سکتے ہیں —— بہت سی باتیں تھیں جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ اُس دن تو موقع ہی نہیں تھا —— انّا آڑے آگئی تھی۔

اُس نے ڈرتے ڈرتے دستک دے ڈالی۔ پہلے مدھم اور پھر ذرا تیز —— لیکن اندر سے اُسے اپنی دستک کے جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی۔ وارث نے چند لمحے توقف کیا —— اور پھر دستک دی۔ لیکن اس بار اس نے ہاتھوں کی طاقت استعمال کی تھی —— لیکن پھر بھی اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر چند لمحوں کے بعد وارث نے دروازے کے پٹ پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا —— جو کھلتا چلا گیا —— وہ بڑی آہستگی سے اندر داخل ہوا تھا۔ صحن اور برآمدہ ویران پڑا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے

بڑھتا چلا گیا ــــ حتّیٰ کہ سائرہ کے کمرے تک جا پہنچا ــــ وہی کمرہ تھا جو اس کا اپنا تھا ــــ جس میں وہ کل بھی بیٹھ کر گیا تھا۔

سائرہ سامنے کرسی پر ساکت بیٹھی ہوئی تھی ــــ سائرہ ــــ خوبصورت سائرہ ــــ اور وہ اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

"مم ــــ میں نے دستک دی تھی اور ــــ"

"میں نے سُن لی تھی اور پہچان بھی گئی تھی ــــ"

"پھر ــــ پھر کیا اجازت نہیں تھی اندر آنے کی ــــ"

"بیٹھ جائیے ــــ سائرہ کا لہجہ سپاٹ تھا اور وہ اب بھی ایک ٹک وارث کو دیکھے جا رہی تھی۔

اور وارث صوفے کی کرسی پر بیٹھ گیا ــــ تب سائرہ بولی۔

"ایک ماں کا کردار اس کی اولاد کی نظروں میں آپ نے کل مشکوک بنا دیا تھا ــــ اور میرے پاس انہیں مطمئن کرنے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا ــــ"

"مجھے تمہاری پوزیشن کا احساس ہے ــــ"

"اگر احساس ہے تو پھر آج ــــ" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔ البتہ نگاہیں اب بھی استفہامیہ انداز میں وارث کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"میں تمہارا شوہر ہوں سائرہ ــــ!"

"میں نے آج تک اس سے انکار نہیں کیا ــــ لیکن ــــ"

"لیکن کیا ــــ؟" وہ بے چینی سے کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔

"اپنے آپ کو میرا شوہر کہتے ہوئے تمہیں شاید احساس نہیں ہوتا ہوگا کہ تم کیا کہہ رہے ہو ــــ؟"

تب وارث نے چونک کر سائرہ کی طرف دیکھا۔ چند لمحوں تک وہ اُس کی طرف دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"میں تمہارا مجرم ضرور ہوں، لیکن تمام قصور میرا نہیں۔ کچھ تمہارا بھی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں ــــ میرا بھی ہے۔ صرف اتنا کہ میں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے پیدا کردہ حالات کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا تھا لیکن تم جانتے ہو ــــ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے جب منہ پھیرا تھا تو تم کون سا دھندہ کر رہے تھے ــــ سوال تمہاری، میری زندگی کا نہیں تھا۔ اُن معصوم بچوں کا تھا، جن کے ذہن اور دل پھٹ جاتے، اور عین ممکن تھا کہ وہ ورثے میں ملنے والے باپ کے جرائم پر چل نکلتے۔ اور وہ یہی حالات تھے جب میں نے اپنا راستہ بدل دیا تھا، اور آج دیکھ لو کہ زندہ ہوں۔ بچوں کو بھی پرورش کیا ہے اور وہ جوان بھی ہو گئے ہیں ــــ اب تم سوچو کہ اگر ایک کمزور عورت گھر میں بیٹھ کر اور محنت

مشقت کر کے بچوں کا پیٹ پال سکتی تھی تو تم تو مرد تھے ـــــ پھر تم نے وہ راستہ کیوں اپنایا جو گھناؤنا اور مکروہ تھا ـــــ"

"تم درست کہہ رہی ہو ـــــ میری غلطی تھی لیکن ذرا سوچو کہ میں نے حالات سے تنگ آ کر سب کچھ کیا تھا ـــــ اور وہ بھی اپنے لئے نہیں، بچوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے کے لئے ـــــ"

"اور وہ مرے نہیں ـــــ زندہ ہیں، اور جوان ہو گئے ہیں ـــــ" سائرہ تیزی سے بولی۔

"ہاں! ماشاءاللہ وہ جوان ہو گئے ہیں ـــــ میں اپنی غلطیوں پر نادم ہوں ـــــ کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں ـــــ؟"

"ضرور کر سکتی ہوں، اگر تم مجھے میری جوانی کے پندرہ سال واپس لوٹا دو تو سب کچھ بھول سکتی ہوں، تمہارا ہر جرم معاف کر سکتی ہوں ـــــ"

"م م ـــــ میں تمہارا مجرم ہوں سائرہ ـــــ! جو دل چاہے سزا دے لو ـــــ لیکن معاف ضرور کر دو ـــــ"

"کیا چاہتے ہو ـــــ" اس بار سائرہ کی آواز میں لرزش نمایاں تھی ـــــ

"میں اپنے گھر میں واپس آنا چاہتا ہوں، اور اب اس قدر قریب آ کر تم سے دور نہیں رہا جاتا ـــــ اولاد کے قریب رہنا چاہتا ہوں ـــــ"

سائرہ ہنس پڑی ــــــ اُس کی ہنسی میں عجیب سی تلخی رچی ہوئی تھی، اور وارث لرزتی نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے ــــــ؟"

"نہیں، تم نے کوئی غلط بات نہیں کی، بلکہ اپنا حق جتایا ہے، اور ہنسی اس لئے تھی کہ تمہیں اپنی تنہائیوں کا، اکیلے پن کا اور تھک جانے کا کس قدر احساس ہے، لیکن تم نے مجھے نہیں پوچھا کہ جوانی کیسے بتائی۔ زندگی کے کن کن طوفانوں سے گزری ہوں۔ کس کس انداز سے روز ٹوٹی ہوں اور سرد اور تنہا راتوں کو بستر پر کیسے کاٹا ہے ــــــ"

"سائرہ ــــــ!" وارث کے ہونٹ شدتِ جذبات سے لرزے۔

"وارث ــــــ تت ــــــ تم نے مجھے لوٹ لیا ــــــ مجھے عین شباب میں مجھے توڑ دیا ــــــ اور میں ہر روز جیتی رہی اور ہر روز مرتی رہی۔ جب دل سے کراہیں نکلتی تھیں تو ہونٹ سی لیتی تھی کہ عرش سے نہ جا ٹکرائیں۔ کیونکہ میں تمہیں کوئی سزا نہیں دینا چاہتی تھی۔ بس یہی دُعا کرتی تھی کہ جہاں کہیں بھی ہو خدا تمہیں ہر بلا سے محفوظ رکھے ــــــ"

"سائرہ ــــــ!" وارث پوری جان سے لرز اُٹھا۔

اور سائرہ اسی لمحے پھر بولی۔

"تم میرے شوہر ہی نہیں محبوب بھی ہو ــــــ اور محبوب کو کوئی بد دُعا

نہیں دیتا ——"

اتنا کہہ کر سائرہ رُک گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک سرد سانس لی اور کرسی کی پشت سے ٹِک گئی —— وارث اُسے دیوانہ وار انداز سے دیکھے جارہا تھا. سائرہ نے اپنی محبت کا اظہار کر کے اس کے جذبات کے ہر تار کو چھیڑ دیا تھا —— اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ آگے بڑھے، اور اُسے سینے سے لگالے —— لیکن نہ جانے کیوں وہ جرأت نہ کر سکا ——"

سائرہ نے ایک گہری سانس لے کر پھر دھیرے سے آنکھیں کھول دیں —— وارث نے دیکھا کہ اُن کٹورہ سی آنکھوں میں پورے سمندر کی اداسی اتری ہوئی تھی۔ اور وہ اُسے قطروں کی صورت میں بہانا نہیں چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں اور وارث ساکت و جامد کرسی پر جیسے نصب ہو گیا ہو. حالانکہ اس کا پورا وجود اندر سے لرزہ براندام تھا.

کچھ ساعتیں، کچھ گھڑیاں، ساکت فضا کی نذر ہو گئیں .تب وارث نے اپنے لرزتے ہونٹوں کو جنبش دی۔

"تم —— میں تمہارا گنہگار ہوں۔ میرے لئے سزا تجویز کرو سائرہ! ورنہ میں اپنے آپ کو شوٹ کر لوں گا ——"

اچانک سائرہ نے آنکھیں کھول دیں۔ شبنم اب بھی اس کی آنکھوں

میں منجمد تھی۔

"تمہیں اپنے آپ کو شوٹ کرنے کی ضرورت نہیں وارث ــــ بلکہ زندہ رہو اور اسی طرح رہو جیسے میں نے زندہ رہنے کے لئے زندگی سے آنکھ مچولی کھیلی ہے ــــ"

"سائرہ ــــ" وارث تڑپ اٹھا۔

"ہاں! اس طرح زندہ رہو کہ زندگی تم سے شرما جائے ــــ"

"سائرہ پلیز ــــ" وارث نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ سائرہ پھر بول پڑی۔

"تمہاری سزا یہی ہے کہ اولاد کی محبت کو ترستے رہو ــــ اور کبھی تمہیں اپنے گھر کی چار دیواری نصیب نہ ہو ــــ قریب رہو لیکن ہمیں چھو نہ سکو اور ــــ"

وارث ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بری طرح لرز رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں اس کے وجود کا بوجھ برداشت نہیں کر پا رہی تھیں ــــ اور سائرہ بھی ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔

"میرے دوست ــــ میرے محبوب شوہر ــــ مجھے اپنا پتہ بتا جاؤ ــــ اگر کبھی مجھے دل پر اختیار نہ رہے تو تمہیں چند لمحوں کے لئے دیکھنے چلی آؤں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ تم پھر اس دہلیز کو عبور کرو ــــ

ورنہ بچے ماں کی طرف سے مشکوک ہو جائیں گے ——"

"مجھے تمہاری سزا قبول ہے سائرہ —— ! شاید میں اسی قابل ہوں۔
لیکن تم ایک بار پھر انصاف سے کام نہیں لے رہیں ——"

"انصاف اوپر والا کرے گا —— وارث —— ! تیرا میرا انصاف
اوپر والا ہی کرے گا ——"

وارث نے سائرہ کو بتایا کہ وہ کہاں رہتا ہے —— پھر آہستہ
سے بولا۔

"میری ایک خواہش ہے، پوری کر سکتی ہو۔
"کہو ——"

"میرے سینے سے لگ جاؤ ——"

سائرہ نے اپنے شوہر کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا اور
بولی ——

"ضرور لگ جاتی —— لیکن —— وارث —— ! سینکڑوں طوفان اُٹھ
رہے ہوں گے اس نامراد سینے کے اندر انہیں کون سنبھالا دے گا۔
نہیں —— میں اب کسی ان دیکھے طوفان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ مجھے معاف
کرنا —— تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی ——"

"ٹھیک ہے سائرہ —— ! میں تمہاری کسی بات کو رد نہیں کر سکتا۔"

"خدا حافظ ____!" سائرہ بولی۔ اس کی آواز لرز لرز گئی تھی۔

"اچھا میں جا رہا ہوں ____ لیکن سائرہ جب میرا دل مچل اٹھے اور تمہارے پاس آنا چاہوں تو ____"

"تو کچھ نہیں ____ دل کو سُلا دینا، ایسے ہی جیسے میں پندرہ سال تک اپنے ہر ارمان ____ ہر جذبے کا خون کرتی آ رہی ہوں ____"

"تمہارے جیسا ضبط اور حوصلہ کہاں سے لاؤں گا ____"

"خدا حافظ ____" سائرہ پھر بولی۔

اور وارث لڑکھڑا کر باہر نکل آیا ____ جیسے زندگی کی آخری بازی بھی ہار گیا ہو ____ وہ جونہی باہر نکلا۔ سائرہ نے کراہ کر ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا تاکہ آواز نہ ابھر سکے۔ وہ پھر اپنے لرزتے وجود کو سنبھالے کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اس میں مزید کھڑا رہنے کا یارا نہیں رہا تھا ____ وہ آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹک گئی تھی اور نجانے کب تک وہیں پڑی رہی کہ ____ انّا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"مہمان آج بھی بغیر چائے کے چلا گیا امی ____"

"کک ____ کون مہمان ____؟" سائرہ بولی۔

"وہی جو کل آیا تھا ____"

"کیا وقت ہوا ہے ____" سائرہ اسے گھور کر بولی۔

"بارہ بج رہے ہیں ——" انا بولی۔

"اور تم کالج سے اتنی جلدی کیسے آگئیں ——"

"پریڈ خالی تھا —— چلی آئی —— اور "

"اور کیا ——؟"

"کچھ نہیں —— " انا دروازے سے ہٹ گئی اور سائرہ کے دل سے ایک کراہ نکل گئی —— بیٹی نے پھر اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔ شاید گلی کے اندر یا باہر اس نے باپ کو دیکھ لیا تھا —— معلوم نہیں، اس سے کیا باتیں ہوئی ہیں —— ہوئی بھی ہیں یا نہیں یا انا نے صرف اسے جاتے دیکھا ہی ہے —— سائرہ پریشان ہو گئی تھی —— بیٹی ایک بار پھر مشکوک ہو گئی تھی۔ بھائی کو بھی بتائے گی —— سائرہ کے لئے اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا —— وہ اب انا کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی۔ عجیب بات تھی کہ اپنے شوہر سے ملی تھی —— لیکن اولاد کو کیا بتاتی —— انہوں نے اپنی ہوش میں اپنی ماں کو کسی مرد سے ملتے نہیں دیکھا تھا —— وہ تو ان کے نزدیک عظمت کا ایک ایسا سمبل تھی کہ وہ اس کی پاکیزگی کی قسم کھا سکتے تھے۔ لیکن اب کیا تھا —— دیکھا جائے تو سائرہ اپنی نظروں میں خود ہی گر گئی تھی

آدھے گھنٹے بعد انا پھر اندر آئی تھی —— لیکن انداز بڑا نارمل تھا۔

اس نے بڑے سرسری انداز میں ماں سے کہا۔

"امی! آج پورا راشن ختم ہے آٹا اور گھی بالکل نہیں ہے ــــ"
سائرہ نے کنکھیوں سے بیٹی کی طرف دیکھا ــــ پھر اپنے لہجے میں وزن
پیدا کر کے بولی۔
"کوئی نئی بات تو نہیں، اکثر ایسے دن بھی آتے رہے ہیں ــــ"
"ہاں آتے تو رہے ہیں لیکن ــــ"
"لیکن کیا ــــ؟" سائرہ بے چینی سے بولی۔
"میرا مطلب تھا امی! بھیا کو ملازمت نہیں مل رہی، کہیں ایسا نہ ہو کہ
تنگ آکر کوئی غلط حرکت کر بیٹھے ــــ" انا نے شکوک کی سیاہ لکیر کھینچی۔
"کیا مطلب ــــ؟" سائرہ بے ساختہ چونکی۔
"غلط حرکت سے میری مراد اتنی ہے کہ کوئی جرم وغیرہ ــــ"
"جرم کی نوعیت بتاؤ انا ــــ تم باتیں بہت الجھی کرنے لگی ہو ــــ"
"امی آپ سمجھتی کیوں نہیں ــــ؟"
"کسی طرح سمجھاؤ ــــ پریشان کر دیا ہے تم نے مجھے ــــ" سائرہ اسے
گھورتے ہوئے بولی۔
"کوئی ڈاکہ ــــ چوری یا کسی کی جیب کاٹ لینا ــــ یہ جرم نہیں تو اور کیا
ہے ــــ"
"ہمارے دودھ پہ شک کرنے لگی ہو لڑکی ــــ" سائرہ جیسے چیخ

پڑی تھی۔

"مم — میرا مطلب نہیں تھا — میں دراصل —" انا نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ سائرہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو وہی کہو — بھائی کی آڑ لے کر اِدھر اُدھر کی باتیں مت کرو — میرا دودھ اس قدر گندا نہیں ہے کہ اولاد کو گندے کام کرنے پر مجبور کر دے —"

"مم — میرا مطلب حالات سے تھا — بھیّا بہت پریشان ہیں۔ صبح جب وہ گھر سے میرے ساتھ نکلے تھے تو کہہ رہے تھے، یوں کب تک دھکے کھاتا رہوں گا — کیا بھوک کے ساتھ موت بھی مقدر ہے "

"بے وقوف ہے وہ لڑکا — اگر اس نے ایسا کہا تھا تو غلط کہا تھا۔ آنے دو اسے بات کروں گی اس سے آج — بہت بکواس کرنے لگا ہے وہ — ہماری خدا سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ ہمیں یوں ذلت کی موت دے دے — بس ہر انسان کا امتحان ہوتا ہے — اور ہمارا بھی ہو رہا ہے —"

"پندرہ سال سے مسلسل امتحان امّی — اس قدر اذیت ناک امتحان — برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے —"

"کیا بکواس کر رہی ہو لڑکی، ہوش میں آؤ —" سائرہ نے بیٹی کو

تیز نگاہوں سے گھورا اور انا خاموشی سے باہر نکل گئی۔
"اُف میرے خدا ___ کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو ___؟ کیسی باتیں کرنے
لگی ہے یہ ___؟ اب کیسے سمجھاؤں اسے کہ تیری ماں نے زندگی کا ہر ورق
اپنے خون سے لکھا ہے ___؟ پھر کافی دیر تک وہ الجھتی رہی اور پریشان
ہوتی رہی ___ ایک بیٹی نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا اور اوپر سے گھر
میں آج فاقہ تھا۔

تقریباً ایک بجے خرم اس کے پاس پہنچا تھا ___ اور بہت خوش نظر آ
رہا تھا۔

سائرہ نے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔
"ملازمت مل گئی ہے کیا ___؟"
"ہاں امّی! مبارک ہو ___ آخر تلاش کر لیا میں نے اسے ___"
"تمہیں بھی مبارک ہو ___ جاؤ پہلے بہن کو یہ خوشخبری سنا آؤ۔ بڑی
انٹ شنٹ بک رہی تھی۔"
"کیا کہہ رہی تھی ___؟"
"کچھ نہیں ___ تم یہ بتاؤ کہ ملازمت کیسی ہے اور تمہیں کیا کرنا پڑے گا؟"
"امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم ہے امّی! مشینی پرزہ جات باہر ملکوں سے
منگواتے ہیں وہ لوگ ___"

"کیا تنخواہ ہے —— ؟"

"دو ہزار روپیہ —— اور یہ پورا ہزار روپیہ انہوں نے ایڈوانس دے دیا ہے ——"

"ایڈوانس اور پورا ایک ہزار روپیہ —— !" سائرہ چونکی۔

"کیوں امی —— ؟ آپ پریشان کیوں ہو گئیں —— ؟"

"عجیب لوگ ہیں وہ جو انہوں نے تمہیں یوں پیسے دے دیئے۔ مجھے آج تک کسی نے ایک قمیص کی سلائی ایڈوانس نہیں دی اور تمہیں ——"

"او امی! وہ بہت اچھے لوگ ہیں —— بہت دولت مند ہیں۔ میں نے انہیں جب اپنی مالی پوزیشن بتائی تو بہت متاثر ہوئے —— اور انہوں نے مجھے ایڈوانس رقم دے دی اور یہ رقم وہ ہر ماہ دو صد روپیہ کے حساب سے کاٹا کریں گے —— اور اب یہ پیسے لیجئے اور خرچ کر ڈالئے انہیں۔ تنگدستی کے دن ختم ہو گئے جو لوٹ کر اب کبھی نہیں آئیں گے —— اور میری پیاری سی ماں کو مشین کو مزید اپنا خون نہیں پلانا پڑے گا ——"

خرم سائرہ کو شانوں سے پکڑ کر مزید بولا۔

"اٹھو ماں! آج تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے اور اس کی زندگی کی پہلی کمائی گھر آئی ہے —— کچھ کرو ماں ——"

سائرہ مسکرا دی —— پھر آہستہ سے بولی۔

"جاؤ بہن سے معلوم کرو کہ اسے کیا کیا چاہیئے ــــ اور گھر میں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے ــــ؟"

"ہاں، یہ بات ٹھیک ہے ــــ" خرم اتنا کہہ کر مسکرایا اور پھر پانچ صد روپیہ اس نے سائرہ کے سامنے رکھ دیا اور باقی رقم لے کر باہر نکل گیا۔

بے ــــ بالکل باپ پہ گیا ہے ــــ وہی جوشیلا پن ــــ وہی بات کرنے کا انداز ــــ اور میرے سامنے پیسے رکھ کر وہی خوشی کا اظہار ــــ ہاں ہر بات، ہر انداز اس نے باپ کا اپنایا ہے۔

پھر ایکدم اسے کسی خیال نے برزا دیا ــــ اور وہ خیال تھا مجرمانہ زندگی کا ــــ جس کی طرف انا اشارہ کر گئی تھی ــــ اس نے لرزتی نگاہوں سے پیسوں کی طرف دیکھا تھا ــــ پھر خود بخود ہی بڑبڑا اٹھی۔

"ن ــــ نہیں ــــ ایسا نہیں ہو سکتا ــــ باپ کی طرح میرا بیٹا کوئی مجرمانہ حرکت نہیں کر سکتا ــــ میری تربیت اتنی گھٹیا نہیں ہو سکتی ــــ ہاں ایسا نہیں ہو سکتا ــــ میرا بیٹا اپنے باپ کے نقش قدم پہ نہیں چل سکتا ــــ"

سائرہ نے اپنے آپ کو تسلی دی ــــ زندگی اب اسے کسی نئے امتحان میں نہیں ڈال سکتی تھی ــــ وہ بہت کھیل چکی تھی اپنے آپ سے، ضرورت سے زیادہ ٹوٹ چکی تھی حالات کے ہاتھوں ــــ اس نے روپے اٹھا کر

مٹھی میں بند کر لیئے تھے اور اپنے آپ کو تسلی دی تھی کہ —— اب حالات
بدل جائیں گے —— وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے —— اس نے مدد
کے بغیر —— اپنی اولاد کو پرورش کر لیا ہے —— اپنی خون پسینے کی کمائی سے
اور اس کمائی میں حرام کا ایک لقمہ بھی شامل نہیں تھا۔

دوسری طرف خرّم انا کے سامنے پانچ سو روپیہ رکھے کہہ رہا تھا کہ
”اب بناؤ بجٹ —— کیا کیا چاہیئے تمہیں —— پورے ماہ کا راشن ڈال
لو گھر میں اور جو پیسے بچیں ان میں اپنا بجٹ بناؤ کیا کیا چاہیئے تمہیں۔
پورا ہزار لایا ہوں —— پانچ نوٹ امی کو دے آیا ہوں —— اور پانچ یہ
پڑے ہیں —— “

انا ہنس پڑی —— اور اس کی ہنسی میں آنکھوں کی نمی بھی شامل تھی اور
یہ خوشی کے آنسو تھے جو اس کی آنکھوں میں چھلک آئے تھے —— پھر وہ
محبت بھری نظروں سے خرم کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”کس غریب کی جیب کاٹ لائے ہیں آپ بھیّا —— ؟“

”ایک دولت مند کی —— جس کے پاس بہت پیسہ ہے۔ اپنے حالات
بتا کر ایڈوانس لے لیا اس سے —— ہر ماہ دو ہزار لایا کروں گا۔ مقدّر
بدل دوں گا سب کا —— “

”مبارک ہو بھیّا —— اور پھر سب سے پہلے تو ہمیں نذر و نیاز دینا چاہیئے

خدا کا شکر بجالانا چاہیئے ــــ کچھ بانٹنا چاہیئے بھیّا ــــ کیوں کیا خیال ہے؟ کچھ پکا کر بانٹنا چاہیئے یا پھر پھل وغیرہ لایا جائے ــــ "

"جو کہو ــــ ویسے پھل وغیرہ ہی ٹھیک رہے گا۔ بولو کیا خیال ہے ــــ؟"

"جو آپ کا خیال ہے بھیّا ــــ"

پھر دونوں مسکرا دیئے ــــ خوشی کا یہ پہلا تاثر تھا جو اس گھر کے اندر پیدا ہوا تھا ــــ روشنی کی یہ پہلی کرن تھی ــــ جو اس اندھیرے گھر میں پھوٹی تھی۔

❋❋

وارث کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح تھکا ساوجود اور روح لئے اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تھا —— وہ سارا دن آوارہ گردی کرتا رہا تھا۔ سائرہ سے ملنے کے بعد اس کے اندر زندہ رہنے کی ہر قسم کی آرزو مٹ گئی تھی —— اسے اپنی زندگی سے ہی نفرت ہو گئی تھی —— سائرہ نے اس سے جو انتقام لیا تھا وہ اسے جینے نہیں دے گا —— کیسا زہر تھا کہ وہ اپنی اولاد کو نہیں مل سکتا تھا —— یہ کیسی سزا تھی —— ؟ جو اس نے دی تھی —— وہ چاہتی تھی کہ زندہ رہوں اور دھواں چھوڑتا رہوں —— اولاد کو دیکھ دیکھ کر ترستا رہوں اور آگے بڑھ کر انہیں سینے سے نہ لگا سکوں۔

عجیب عورت تھی، دنیا سے نرالی ——

وہ آہستہ آہستہ سے قدموں سے فلیٹ میں داخل ہوا تو اسے وہاں زہرہ

جمال کے ساتھ اس کا بھائی توقیر خاں بھی نظر آیا — جو وارث کو دیکھ کر چہک کر بولا۔

"آخاہ — میاں وارث! آپ کہاں گم ہو گئے تھے —؟"

"آپ کیسے ہیں خاں صاحب —؟"

"ہم تو ٹھیک ہیں اور امید ہے ٹھیک رہیں گے — لیکن یہ آپ پورا سال کہاں غائب ہو گئے تھے —"

"حالات — جناب —"

"کہیں باہر پردیس وغیرہ چلے گئے تھے —؟"

"بس کچھ ایسا ہی سلسلہ تھا —"

"میاں اپنی زمین اپنی ہوتی ہے — اس سے پیار کرنا سیکھو —"

"بنجر زمین اچھی نہیں لگتی جناب — جو فصل ہی نہ دے سکے۔ اس زمین کا کیا فائدہ —؟"

"خوب کہا آپ نے — بہر کیف ہم جلدی میں ہیں پھر کبھی بات کریں گے — اور ہاں اس فلیٹ پہ جو ہماری بہن نے قبضہ جما لیا تھا۔ اس کی ہم معافی چاہتے ہیں —"

"کوئی بات نہیں توقیر صاحب — بلکہ میں آپ لوگوں کا مشکور ہوں کہ آپ نے میرے سامان کی حفاظت کی —"

خان توقیر ہنس پڑے اور بولے۔

"اچھا بھئی پھر ملیں گے ۔۔۔ اور خوب باتیں ہوں گی ۔۔۔ اس وقت جلدی میں ہیں ۔۔۔" اتنا کہہ کر خان توقیر نے وارث سے ہاتھ ملایا اور فلیٹ سے باہر نکل گئے ۔۔۔ تب وارث نے زہرہ جمال کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پہ ایک آسودہ سی مسکراہٹ کھلی ہوئی تھی۔

"آپ آتے ہی کاروبار میں مصروف ہو گئے ہیں ۔۔۔ میرا خیال تھا آپ دوپہر کا کھانا گھر کھائیں گے ۔۔۔"

"ضروری نہیں کہ آپ کا ہر خیال درست ہو ۔۔۔" وارث اتنا کہہ کر صوفے پر یوں بیٹھا جیسے گر پڑا ہو ۔۔۔ اس نے پشت سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"کھانا لگاؤں ۔۔۔" زہرہ جمال کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی ۔۔۔ اور وارث ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تھا ۔۔۔ وہ چند لمحوں تک زہرہ جمال کی طرف دیکھتا رہا ۔۔۔ پھر اچانک بولا۔

"میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں ۔۔۔ اور میرا خیال ہے کہ تمہیں اسے جلد سمجھ لینا چاہیئے ۔۔۔"

"بری بات کہنا چاہتے ہو کوئی ۔۔۔" زہرہ زیر لب مسکرائی تھی، لیکن وارث سمجھ رہا تھا کہ اس کی مسکراہٹ میں دم نہیں تھا ۔۔۔ وہ زبردستی

مسکرا اٹھی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ بُری ہو ــــ لیکن میرے نزدیک اتنی بُری نہیں کہ تم بُرا
مان جاؤ ــــ"

وارث نے پہلی بار اسے آپ سے تم کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"مت کہو کچھ اور اگر ضرور کہنا ہے تو پہلے کھانا کھا لو ــــ کیونکہ میں
نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا ــــ"

"یہ میرے ساتھ زیادتی ہے ــــ" وارث پہلو بدل کر بولا۔

"لیکن مجھے انتظار میں جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا شاید تم تصوّر نہ
کر سکو ــــ میں نے پہاڑ ایسی زندگی تنہا گزاری ہے ــــ کیسے کاٹی ہے اور
کیونکہ کٹی ہے، تمہیں اس کا احساس نہیں ــــ آؤ پہلے کھانا کھا لو ــــ میں
نے اپنے ہاتھوں سے تمہارے لئے کوفتے بنائے ہیں ــــ"

کس قدر چاہت تھی اس کے انداز میں جسے وارث رد نہ کر سکا حالانکہ
وہ ہوٹل سے تھوڑا بہت زہر مار کر آیا تھا ــــ لیکن اب اسے یہ بتا کر
آزردہ نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا ہتھیار ڈال دیئے اور جو کچھ کہنا چاہتا تھا،
اسے پھر کسی وقت کے لئے رکھ لیا۔

زہرہ کچن میں چلی آئی تھی ــــ ں نے سالن گرم کیا اور پھر چھوٹی تپائی
پہ برتن چن دیئے ــــ دونوں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے اور پھر

اچانک وارث بولا۔
"خان صاحب تمہیں کچھ کہتے نہیں ـــــ ؟"
"نہیں ـــــ کیونکہ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ کیا چاہتی ہوں ـــــ"
"کیا چاہتی ہو ـــــ ؟"
اور وہ مسکرا دی ـــــ بڑی میٹھی سی مسکراہٹ تھی ان کے ہونٹوں پر
پھر آہستہ سے بولی۔
"میں آج تمہیں اپنے بارے کچھ بتانا چاہتی ہوں ـــــ"
"کوئی خاص بات ہے کیا ـــــ ؟"
"شاید تمہارے لئے ہو ـــــ اور دیکھا جائے تو میرے لئے بھی ہے۔
لیکن میں کیونکہ ایسی زندگی کی عادی ہو گئی ہوں اس لئے حالات سے اور
قدرت سے سمجھوتا کر لیا ہے ـــــ"
"چلو بات شروع کرو ـــــ"
زہرہ جمال چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی پھر ایک گہری سانس لے
کر بولی۔
"میں ـــــ میں بنجر ہوں ـــــ"
"کیا مطلب وارث چونکا۔
"اولاد پیدا نہیں کر سکتی ـــــ ایسی زمین ہوں جس پر کبھی کوئی نصل پیدا

نہیں ہو سکتی ——" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی —— اور وارث نے دیکھا اس کے چہرے پر کرب سمٹ آیا تھا —— دکھ اور بے چارگی کا ایسا سایہ تھا کہ وہ خود پریشان ہو گیا —— اس نے اچانک کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"تم کھاؤ، رک کیوں گئے ——؟"

"مجھے دکھ ہوا ——"

"مجھے یقین تھا کہ تمہیں دکھ ہو گا —— لیکن تم سے اپنے لئے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گی ——"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ——"

"مطلب ——" وہ لفظ 'مطلب' کو ہونٹوں تلے دبا کر بولی۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہو سکتا ہے تمہارے نزدیک قابل رحم اور قابل توجہ ہوں —— لیکن ترس کھا کر مجھے پیار مت کرنا —— ورنہ میں دم گھٹ کر مر جاؤں گی —— میں نے زندگی کے ڈھیروں سال کرب کی صلیب پر لٹک کر گزارے ہیں —— ہر مرد اولاد چاہتا ہے اور میں اولاد پیدا نہیں کر سکتی —— یہی وجہ ہے کہ میں مردوں سے دور رہی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود کسی ساتھی کے لئے ترستی رہی ہوں —— عورت ہونے کے ناطے میرے اپنے جذبات ہیں احساسات ہیں اور یہ سب فطرت کا انعام ہے۔ لیکن

اس انعام سے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا — بس تڑپتی رہی ہوں اور سرد راتوں میں تنہا بستر پہ کروٹیں بدلتی رہی ہوں — اور اب نجانے کیوں ان دیکھے، اور انجانے راستے پہ نکل کھڑی ہوئی ہوں۔ شاید جذبات بغاوت اور سرکشی پہ اتر آئے ہیں — اور میں نے پورا سال آپ کی تصویر کو چاہا ہے۔ ایسا میں نے کیوں کیا، خود بھی نہیں جانتی — بس سب کچھ انجانے میں ہو گیا۔ اس لئے میرے بارے کوئی فیصلہ کرنے سے قبل میری بے چارگی — اور کم مائیگی کا خیال ضرور کر لینا — ترس مت کھانا — البتہ وقت اور حالات کے دیئے ہوئے زخموں کا تجزیہ ضرور کرنا تاکہ تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی رہے —"

"کھانا کھاؤ —" وارث نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"تم بھی تو کھاؤ نا —؟"

اور وارث نے اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھا دیا۔

وہ خود بھی کھا رہی تھی آہستہ آہستہ — اس کے چہرے پہ بے پناہ کرب تھا — اور اس تپے کو وارث بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا — پھر کچھ دیر بعد ہی دونوں فارغ ہو گئے — باتھ روم سے ہاتھ دھو کر جب وارث دوبارہ صوفے پہ آ کر بیٹھا تو زہرہ نے برتن سمیٹ کر کچن میں رکھ دیئے تھے وہ اس وقت افسردہ سی لگ رہی تھی۔

"ہاں اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو —؟" وہ استفہامیہ انداز سے وارث کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اور وارث جو دل میں ایک اہم فیصلہ کر چکا تھا کہ اب وہ بات نہیں کرے گا جو کہنا چاہتا تھا کیونکہ جو کہانی زہرہ نے اُسے سنائی تھی اب اُسے خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حالانکہ وہ اُسے بتا دینا چاہتا تھا کہ جس وارث کو تم لاوارث جان کر اپنے دل میں بٹھا چکی ہو وہ دو نوجوان بچوں کا باپ اور ایک خوبصورت بیوی کا شوہر ہے — لیکن اُس نے ارادہ بدل دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ زہرہ کو اپنی طرف سے کوئی دکھ دے۔ وہ تو پہلے ہی اس کی طرح دکھوں کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب زہرہ نے اُس سے استفسار کیا تو وارث ہلکے سے مسکرا دیا اور بولا۔

"اب تو صرف یہی کہوں گا کہ ہم دونوں کی کہانی تقریباً ایک جیسی ہے، لہٰذا کچھ کہنا سننا بیکار ہے —"

"کیوں! بیکار کیوں ہے —"

وارث نے سگریٹ سلگا لیا اور اُس کا گہرا کش لے کر بولا۔

"تم نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے اُس کے بارے صرف یہ کہوں گا کہ تم نے جلد بازی سے کام لیا — میں کوئی اچھا انسان نہیں ہوں کہ تمہیں وہ خوشیاں دے سکوں جن کی تم خواہش رکھتی ہو —"

"میرے جاننے والے اچھے لوگ نہیں ہیں ـــــ میرا کاروبار اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے اور دو بار تمہیں اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ تم دیکھ چکی ہو کہ میرا واسطہ کن لوگوں سے ہے ـــــ"

"ایسے لوگوں کو چھوڑا بھی جا سکتا ہے ـــــ" زہرہ بولی۔

"ہاں کیوں نہیں ـــــ ضرور چھوڑا جا سکتا ہے، لیکن وہ مجھے نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ میں اُن کا کچھ مال کھا گیا ہوں اور وہ وصول کرنا چاہتے ہیں اور میں دینا نہیں چاہتا ـــــ"

"کیسا مال ـــ" زہرہ بولی۔

"سات لاکھ کا مال ـــــ اور وہ مال اچھا نہیں اور میں نے اُس کے لئے پورا سال جیل کاٹی ہے اور اُن لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ اب جب میں باہر آ گیا ہوں تو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں اور ملنا اس لئے چاہتے ہیں کہ اُن کا مال میرے پاس ہے، جو میں نے پولیس کو بھی نہیں بتایا تھا ـــــ"

"چلو میں مانے لیتی ہوں کہ تم ٹھیک راستے پر ہو۔ لیکن وارث یہ تو سوچو کہ وہ اچھے لوگ نہیں ہیں تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں ـــــ"

"اسی لئے میں یہ جگہ چھوڑ دینا چاہتا ہوں ـــــ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے اور پھر انہوں نے یہ جگہ دیکھ رکھی ہے۔ کسی وقت

بھی چڑھ دوڑیں گے مجھ پر ــــ"
"ایک بات کہوں ــــ" زہرہ آگے کی طرف جھکتے ہوئے بولی اور
اور وارث نے سگریٹ کا گہرا کش لے کر دھواں بند کمرے کی فضا میں
چھوڑ دیا۔
"تم ایسا کرو کہ وہ سارا مال انہیں لوٹا دو۔ میرے پاس بہت پیسہ ہے۔
اتنا تو نہیں جتنا تم نے اُن لوگوں کا دبا رکھا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ تم
اس سے کوئی خوبصورت کاروبار کر سکو ــــ پھر کس قدر خوبصورت زندگی
ہو گی ــــ"
"زندگی تب بھی اتنی ہی روگی ہو گی جتنی اب ہے ــــ" وارث نے
زہرہ کا جملہ درمیان میں ہی اُچک لیا۔
"کیا مطلب ــــ؟" زہرہ پریشان ہو کر بولی۔
"وہ لوگ پھر بھی مجھے جینے نہیں دیں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے
کہ میں اب یہاں رہ نہیں سکتا ــــ کیونکہ اُن لوگوں کا بھیدی ہوں۔
اور ایسے لوگ راز داروں کو سب سے پہلے گولی مارا کرتے ہیں ــــ"
"کالا دھندہ کرتے ہو ؟"
"ہاں میں کالا دھندہ کرتا ہوں، اور تمہیں ایک بات اور بتا دوں کہ
ایسے لوگوں کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا ــــ"

تم مجھے کیوں خوفزدہ کر رہے ہو ___ کیا تمہارا خیال ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گی یا تمہارا خیال دل سے نکال دوں گی ___ نہیں وارث ایسا نہیں ہوگا ___ ہو سکتا ہی نہیں ___ اگر قسمت میں یہی ہے اور یوں ہونا نصیب میں ہے تو پھر یونہی سہی ___ لیکن تم رہو گے یہیں پر ___"

وارث نے ایک گہرا سانس لیا اور صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ زہرہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھی تھی۔ اس قدر قریب کہ وارث کو اس کے گرم گرم سانسوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس ہو رہا تھا۔

"مم ___ میں تم سے پیار کرتی ہوں وارث! اور میرا خیال ہے یہ تھوڑی سی زندگی اگر پیار کرتے گذر جائے تو سودا مہنگا نہیں ___ مم۔ میں تشنہ لب ہوں ___ بہت پیاسی ہوں وارث! اچھی زندگی کو اپنانے کے لئے کچھ سوچو ___ میں اب کسی اور مرد کو اپنانے کے لئے از سر نو کوشش نہیں کر سکتی ___"

وارث نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا، اور زہرہ اسی وقت وارث کے سینے سے آ لگی ___ اور وارث نے اسے اپنے ساتھ لگا کر بھینچ لیا ___ شاید اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا تھا ___

وارث نے مال اپنے ایک دوست کے ہاں رکھ چھوڑا تھا۔
اور اس دوست کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس بریف کیس میں کیا ہے
جو ایک سال سے اس کے پاس رکھا ہوا ہے ـــــ وارث بڑے
محتاط انداز میں وہاں تک پہنچا تھا ـــــ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شیخ
امان اللہ کے آدمی اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک آپہنچیں۔
اس نے رات کے اندھیرے میں بریف کیس حاصل کیا اور خاموشی
سے واپس لوٹ آیا ـــــ بریف کیس کو پورا سال سنبھال کر رکھنے والے
کو قطعی نہیں معلوم تھا کہ وہ سینکڑوں انسانوں کی موت کو سنبھالے ہوئے
ہے۔ وارث اس کا شکریہ ادا کر کے بریف کیس لے آیا تھا ٹیکسی
اس نے گلی کے باہر چھوڑ رکھی تھی۔ اس نے وہاں پہنچ کر بریف کیس
اندر رکھا اور ڈرائیور سے بولا۔

"مارٹن روڈ کی طرف چلو ——"

ٹیکسی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی —— وارث نے اوورکوٹ کے بڑے بڑے کالر کھڑے کر رکھے تھے پیشانی پر فلیٹ ہیٹ جھکا رکھا تھا۔ بریف کیس اُس نے اپنے ساتھ ہی سیٹ پر رکھ چھوڑا تھا —— ٹیکسی بڑی تیز رفتاری سے راستہ چاٹ رہی تھی۔ مارٹن روڈ کے کراسنگ کو عبور کرتے ہوئے وارث نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔

"اگلے چوراہے سے سیدھے ہاتھ کاٹ لینا ——"

"بہت اچھا جی —— !" ڈرائیور بڑے ادب سے بولا تھا۔ شاید وہ وارث کی پُراسرار شخصیت سے مرعوب ہو چکا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد ایک بلڈنگ کے سامنے وارث نے ٹیکسی رکوالی۔ کرایہ ادا کیا اور بریف کیس لئے خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر تک وہ پیدل چلتا رہا —— ٹیکسی آگے بڑھ گئی تھی اور وارث پھر پیچھے کی طرف لوٹ آیا تھا —— وہ پورا ایک فرلانگ پیدل چلا تھا —— رات کے دس بج رہے تھے۔ سڑکیں ابھی اس قدر ویران نہیں ہوئی تھیں کہ بے رونق ہو جاتیں۔ تقریباً دس منٹ چلنے کے بعد وارث ایک بنگلے کے گیٹ پر جا پہنچا تھا۔ اس نے کال بیل کے بٹن

پر انگلی رکھ دی ـــــ دور کہیں گھنٹی کی آواز اُبھری تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آواز اُبھری۔

"کون ـــــ ؟"

"وارث ـــــ"

"آجائیے ـــــ" آواز کے ساتھ ہی دروازہ کُھل گیا اور وارث اندھیرے بنگلے میں بریف کیس لئے اندر داخل ہو گیا ـــــ ایک ہاتھ اُس کا کوٹ کی جیب میں تھا، جہاں ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت تھی، جو بوقتِ ضرورت استعمال کر سکتا تھا۔ پُورے بنگلے میں صرف برآمدہ روشن تھا یا پھر ایک بالائی منزل کا کمرہ جس کے شیشوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی، ورنہ ہر طرف خاموشی اور اندھیرے کا راج تھا۔ وارث ایک اجنبی چہرے کی رہنمائی میں بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا ـ جس کے زینوں میں زیرو کا بلب اپنی محدود روشنی لئے ہوتے تھا۔ پھر کچھ لمحوں بعد وارث کو اُس کمرے کے سامنے پہنچا دیا گیا جو باہر سے بھی روشن نظر آ رہا تھا۔

"اندر تشریف لے جائیے مسٹر وارث! باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں ـــــ"

اجنبی بڑے ادب اور اخلاق سے بولا ـــــ اور وارث بریف

کیس لیے اندر داخل ہو گیا ۔۔۔۔ سامنے ایک خوبصورت کرسی پر ایک پچاس سالہ انسان اپنی چمک دار آنکھوں سے وارث کیطرف دیکھ رہا تھا۔

خوش آمدید مسٹر وارث! ہم بہت مشکل سے تمہیں ملنے کے لئے وقت نکال پاتے ہیں۔ آؤ بیٹھو اور اس یقین کے ساتھ بیٹھ جاؤ کہ تم دوستوں میں موجود ہو ۔۔۔۔ جب تک کوئی انسان ہمارے لیئے نقصان دہ ثابت نہ ہو اُسے ہم سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ۔۔۔۔"

"شکریہ مسٹر خان ۔۔۔۔ میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں اور پھر دوست اور دشمن میں تمیز کر سکتا ہوں ۔۔۔۔ کیونکہ آپ کے پاس وقت بہت کم ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مال چیک کر لیجیئے"

بوڑھا مسکرایا ۔۔۔۔ اور بریف کیس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"لاؤ مسٹر وارث ۔۔۔۔ اس بوجھ کو ہمیں دے دو ۔۔۔۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مال کتنا ہے ۔۔۔۔"

وارث نے بریف کیس بوڑھے کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی چابی بھی ۔۔۔۔ جسے کھول کر دیکھا گیا ۔۔۔۔ اندر سفید رنگ کا سفوف پلاسٹک کے لفافوں میں بند تھا۔ ایک لفافے کو کھول کر خان نے سفوف کو چیک کیا، وہ بڑی باریک بین نگاہوں سے ایک ایک

لفافے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر اس نے بریف کیس بند کر دیا ——— اور وارث سے بولا۔

"ٹھیک ہے مسٹر وارث! تمہارا مال ٹھیک ہے ———" اتنا کہہ کر وہ اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اسے کھول کر ایک سیاہ رنگ کا بریف کیس نکالا اور لا کر اسے وارث کو دیا۔

"پورا سات لاکھ ہے مسٹر وارث ——— اور ہمیں امید ہے کہ ہم پھر اسی طرح ملتے رہیں گے ———"

"کیوں نہیں مسٹر خان ——— ! اگر سودا ایمانداری سے ہوتا رہا تو ضرور ملاقات ہوتی رہے گی ——— میرے ہاتھ پھر جیسے ہی کوئی مال لگا سب سے پہلے تمہیں اطلاع دوں گا ———"

اتنا کہہ کر وارث نے بریف کیس کھول کر ایک نظر اندر ڈالی اور پھر مطمئن ہو کر اسے بند کر دیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ واپس ہو رہا تھا۔ اس نے مال سے اپنی جان چھڑا لی تھی۔ ایک دوسری پارٹی کو شیخ امان اللہ سے ہتھیایا ہوا مال دے دیا تھا ——— وہ بڑی خاموشی سے باہر نکل آیا تھا ——— پھر وہ جسقدر احتیاط کر سکتا تھا، وہ بریف کیس کو سنبھال کر واپس لوٹ آیا۔ زہرہ اس کی منتظر تھی ——— گیارہ بج رہے تھے ——— اس نے کمرے میں ہیٹر لگایا ہوا تھا ——— جس سے پورا کمرہ گرم ہو رہا تھا ——— اس نے وارث کے ہاتھ سے

بریف کیس لے کر ایک طرف رکھ دیا اور خود بڑی وارفتگی کے عالم میں وارث کے سینے سے آ لگی ــــ وارث نے بھی اسے باہوں میں لے لیا تھا۔

"مال ٹھکانے لگا آئے ــــ ؟"

"ہوں ــــ" وارث نے ہنکارا بھرا۔ پھر زہرہ کی پیشانی پہ بوسہ دے کر اسے اپنے سینے سے الگ کیا اور بولا۔

"یہ بریف کیس میں پورا ساٹھ لاکھ ہے۔ بس ایک رات ہی اس کی حفاظت کرنا ہے۔ پھر جیسا کہ پروگرام بنایا ہے۔ اس رقم کو تم بینک کے لاکر میں رکھ آؤ گی ــــ میں حفاظت کے لئے تم سے زیادہ دور نہیں ہوں گا ــــ"

"لیکن یہ سب کچھ تو صبح ہو گا ــــ اس وقت تو پیار کرنے دو۔ باہر کتنی سردی ہے ــــ" زہرہ بولی اور وارث مسکرا دیا۔ اس نے اوورکوٹ اتار کر صوفے پہ ڈال دیا ــــ زہرہ دروازے کو بند کر آئی تھی اور وارث نے ریوالور تکیے کے نیچے رکھ دیا ــــ پھر دونوں ایک دوسرے میں جذب ہو گئے تھے ــــ زہرہ زندگی کی مختلف جہتوں کو برتنے کی آرزومند تھی۔ دکھوں کا تو مزا چکھ چکی تھی ــــ اب وہ محبت کا مزا لینا چاہتی تھی۔ اس کی سماعت کسی ایسے نغمۂ شیریں کو سننے کے لئے بے تاب تھی جو اس کے وجود کے خلا کو پر کر دے جو اسے تکمیل ذات کے احساس سے ہمکنار کر دے ــــ ہاں

وہ اپنے ادھورے اور نامکمل وجود اور جذبات کو مکمل کرنا چاہتی تھی۔
یہی وجہ تھی کہ وہ وارث پر چھا گئی تھی۔ گہری گھٹا بن کر برس پڑنا چاہتی تھی، تاکہ ہلکی پھلکی ہو کر گہری نیند سو سکے — وہ اس قسم کی نیند کو مدتوں سے ترس رہی تھی — لیکن وارث اس حد تک آگے بڑھنا نہیں چاہتا تھا — گو وہ اتنا اچھا انسان نہیں تھا — لیکن اس بیوی کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا تھا جس نے صرف اس کے نام پہ زندگی گزاری تھی، جس نے اپنی عزت کی اس کے نام پہ حفاظت کی تھی — اور وارث خود بھی خیانت نہیں کرنا چاہتا تھا — اب وہ زہرہ جیسی پیاری عورت کو کیسے سمجھاتا کہ وہ کس قدر مجبور ہے البتہ اس نے بڑی آہستگی سے اسے اپنے سے الگ کیا — اور بولا۔

"چائے مل جائے گی اس وقت —؟"

اور زہرہ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"اس وقت چائے کی ضرورت تو نہیں ہونا چاہیئے تھی تمہیں —"

"کبھی کبھار بے وقت بھی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہوں — دراصل زہرہ میں ایک الجھن کا شکار ہوں — بس جیسے ہی اسے حل کر لیا۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گا —"

"اب کوئی نئی الجھن پیدا ہو گئی ہے ـــــ" زہرہ پریشان سے ہو کر بولی۔

"نہیں ــــ یہ اُلجھن بہت پرانی ہے ــــ پندرہ سولہ سال پرانی ــــ"

"کیسی الجھن ہے، مجھے بتاؤ ــــ"

"ابھی نہیں ــــ اور پھر وہ الجھن میری ذات سے وابستہ ہے۔ تم شاید اسے سمجھ نہ سکو ــــ اس لئے تمہیں بتانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔"

"تم مجھے غیر سمجھتے ہو ــــ؟" زہرہ اپنے جذبات کے ہاتھوں روہانسی ہو گئی۔

"تمہیں ہی تو اپنا سمجھتا ہوں ــــ تمہارے سوا اور ہے ہی کون میرا اس بھری دنیا میں ــــ اور اگر اپنا نہ سمجھتا تو اتنی بڑی رقم تمہیں نہ سونپ دیتا ــــ اپنا رازداں نہ بنا لیتا ــــ بس جو کچھ کر رہا ہوں تمہاری بہتری کے لئے کر رہا ہوں ــــ ساری زندگی ٹھوکریں کھاتے گزر گئی ہے ــــ"

"پپ ــــ پیسہ تو میرے پاس بھی بہت ہے۔ مجھے تو تمہاری ضرورت ہے ــــ تمہیں بتایا تو ہے کہ زندگی کس طرح سلگتے اور جلتے ہوئے ہی گزاری ہے ــــ"

"سب جانتا ہوں ــــ لیکن حالات قاتل بن رہے ہیں ــــ وقت ساتھ نہیں دے رہا ــــ اور وقت نے پندرہ سال پہلے بھی ساتھ نہیں

دیا تھا ــــ اور آج بھی وہیں ہوں جہاں سے چلا تھا ــ دولت سے سکون میں بھی نہیں خرید سکا زہرہ ــــ اس لئے میں بھی ویسا ہی ہوں جیسی تم ہو ــــ میں بھی اپنے جذبات کی آنچ سے جلتا رہا ہوں چین مجھے بھی کسی کروٹ نہیں ــــ"

"کچھ کھو بیٹھے ہو ــــ " زہرہ پریشان ہو کر بولی۔

"ہاں بہت کچھ ــــ یوں سمجھو کہ اپنی کل کائنات اپنی متاعِ حیات۔ پندرہ سال سے بھٹک رہا ہوں ــــ لیکن منزل تک نہیں پہنچ سکا۔"

"منزل معلوم ہے ــــ " زہرہ کا لہجہ اس بار بڑا عجیب سا تھا۔

وارث نے اس کی طرف چونک کر دیکھا اور سگریٹ سلگا کر اس نے گہرا کش لیا ــــ پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں منزل کا علم ہے ــــ یوں سمجھو کہ بالکل سامنے ہے لیکن چھو بھی نہیں سکتا اُسے ــــ"

"کون ہے وہ ــــ؟" زہرہ کا لہجہ سرسراتا ہوا سا تھا۔

"کون ہے ــــ؟" وارث بڑبڑایا ــــ وہ کچھ بھی نہیں ــــ لیکن سب کچھ ہے ــــ"

"کوئی عورت ہے ــــ؟"

"چھوڑو ان باتوں کو ــــ زخم زخم ہوں جہاں بھی ہاتھ رکھو گی رسنے

نگوں گا ــــ "

"ممم ــــ میرے بارے کیا سوچا تم نے ــــ؟"

"تت ــــ تم تو زندگی کی حرارت بن رہی ہو ــــ شاید باقی زندگی تمہارے جذبات کی آنچ میں گزارنی پڑے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو ــــ" زہرہ اس کے قریب ہو گئی اور وارث کے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"لباس بدل لو ــــ"

"نہیں مجھے ابھی باہر جانا ہے۔ یہ رات بڑی فیصلہ کن ہے میں نے ان لوگوں سے حساب چکانا ہے ــــ جن کی وجہ سے جیل گیا تھا اور جو میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ــــ"

"خدا تمہیں کامیاب کرے ــــ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ــــ"

"تت ــــ تم بہت دیر بعد ملی ہو۔ پہلے مل جاتیں تو شاید اتنی مدت یوں نہ بھٹکتا ــــ"

"میں پہلے بھی تمہارے [illegible] تھی ــــ" زہرہ وارث کے کندھے سے لگ گئی ــــ اور وارث نے [illegible] سے اسے تھپتھپا کر الگ کر دیا اور بولا۔

"بس اب میں جاؤں گا ــــ [illegible] لوٹ آیا تو سمجھ لینا کہ کامیاب لوٹا ہوں ــــ نہ آیا تو صبح کا انتظار کر لینا ــــ پھر میرا بریف کیس کھول لینا۔

اس میں کچھ کاغذات ہیں شاید تمہارے کام آسکیں ــــــ"

"ایسی باتیں مت کرو وارث ــــ تمہارے علاوہ میرے پاس بھی کچھ نہیں ــــــ"

وارث اٹھ کھڑا ہوا اور ایک بھرپور نگاہ زہرہ پر ڈال کر تکیے کی طرف بڑھا ــــ ریوالور نکالا اور اوور کوٹ اٹھا کر باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک جانی پہچانی منزل کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

ٹھیک سردرات کے بارہ بجے اس نے ٹیکسی ایک بلڈنگ کے سامنے رکوادی۔ کرایہ ادا کرنے کے بعد وہ اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک ٹیکسی دور نہیں نکل گئی ــــــ پھر وہ حرکت میں آیا ــــ بنگلے کی پشت پر آکر اس نے اندر جانے کے لئے جائزہ لیا ــــــ پھر دوسرے ہی لمحے وہ ایک درخت پر چڑھ رہا تھا ــــــ یہ شیخ امان اللہ کا بنگلہ تھا۔ درخت کی ایک مضبوط شاخ نے اسے دیوار تک پہنچا دیا تھا۔ پھر اندر اترنا اس کے لئے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا ــــــ وہ ایک بار یہاں آچکا تھا ــــ یہ سوا سال پہلے کی بات تھی ــــــ اس کا بنگلہ جانا پہچانا تھا اور راستے بھی اجنبی نہیں تھے ــــــ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کبھی اس گھر میں یوں بھی چوروں کی مانند داخل ہونا پڑے گا۔ وہ محتاط انداز میں شیخ کے کمرے کے سامنے جارکا تھا ــــ عیاش انسان تھا۔

غیر شادی شدہ تھا — شادی اس لئے نہیں کی تھی کہ اس کی فطرت میں ایک عورت پہ قناعت کرنا نہیں چاہتا تھا — اور وارث جانتا تھا کہ اس وقت بھی وہ تنہا نہیں ہوگا — کوئی نہ کوئی عورت ضرور اس کی خوابگاہ میں موجود ہوگی — خوش قسمتی سے دروازہ لاک نہیں تھا جس سے ظاہر تھا کہ شیخ جاگ رہا ہے — بس وہ اچانک اندر داخل ہوا تھا — ایک تیز جھٹکا ہوا — اور دو جسم جو بستر پہ ایک نظر آرہے تھے تڑپ کر الگ ہوگئے — زیرو کے بلب کی نیلی محدود روشنی میں عورت کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا — البتہ شیخ اسے گھورے جا رہا تھا۔

"بے وقت آنے کا مجھے افسوس ہے شیخ — ہونہہ — حرکت مت کرنا — بس یونہی لیٹے رہو —" وارث ریوالور کو حرکت دے کر بولا۔

"صبح تمہیں لباس تمہارے ساتھی پہنا دیں گے —"

"کیا چاہتے ہو —؟"

"تمہاری موت — کیونکہ ایک شہر میں دو ایک جیسے انسان نہیں سما سکتے — میں نے بڑا سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے — کیونکہ میں نے کام کرنا ہے اور مجھے رکاوٹیں قطعی پسند نہیں —"

"اس دن کے بعد میرے آدمیوں نے تمہیں نہیں چھیڑا وارث — کیونکہ میں نے انہیں منع کر دیا تھا — اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں —"

شیخ اس کے ریوالور کو گھورتے ہوئے بولا۔

"سانپ کا سر کچلے بغیر چین نہیں آئے گا مجھے ـــــ بتایا ہے ناکہ آزاد ہو کر کام کرنے کا عادی ہوں ـــــ اس لئے تمہارا وجود قطعی برداشت نہیں کر سکتا ـــــ"

"میرا خیال تھا کہ تم بااصول انسان ہو ـــــ اس لئے میں نے تمہارے ساتھ کھایا پیا تھا اور پھر اس گیم میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی پولیس کی نظروں میں آجائے تو باقی کو سامنے سے ہٹا دیا جاتا ہے تمہیں دکھ ہے کہ تمہاری پیروی کیوں نہیں کی گئی اور ـــــ پیروی فضول تھی کیونکہ تمہیں ہر حالت میں سزا ہونا تھی ـــــ اس لئے بحالتِ مجبوری... خاموش رہنا پڑا ـــــ ورنہ اتنا مال کھو کر انسان چین سے نہیں بیٹھ سکتا اس لئے بہتر ہے کہ سمجھوتا کر لو ـــــ قتل و غارت کر چھوڑو ـــــ اگر تم الگ کام کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی انکار نہیں ـــــ البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ ہم دونوں امن سے رہیں ـــــ حالانکہ تم نے چار آدمی بیکار کر دیئے لیکن پھر بھی میں نے کوئی ایکشن نہیں لیا ـــــ صرف اس لئے کہ تم جیسے انسان کو کھونا نہیں چاہتا تھا ـــــ جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے دوبارہ چھیڑا تک نہیں ـــــ اس لئے تم اس یقین کے ساتھ ریوالور کو جیب میں ڈال لو کہ ہم دونوں دوست ہیں اور دوستانہ فضا میں بات

کرتے ہیں ـــــ دیکھو میری ساتھی پریشان ہو رہی ہے ـــــ اور میرا خیال ہے مجھے لباس پہن لینا چاہیئے ـــــ "

" باتیں تو تمہاری دل کو لگ رہی ہیں شیخ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا ـــــ "

" اس اعتماد کا شکریہ وارث ـــــ " شیخ پہلی بار مسکرایا لیکن وارث محتاط تھا ـــــ شیخ وہیں لیٹے لیٹے قالین پہ پڑے ہوئے کپڑے اٹھانے لگا تھا ـــــ عورت نے بھی ایک گہری سانس لی تھی اور اس نے کمبل کو سینے تک اوڑھ لیا تھا ـــــ شیخ نے اپنی پتلون پہن کر بستر چھوڑ دیا۔ پھر وہ کرسی پہ آبیٹھا تھا۔

" تم بھی بیٹھ جاؤ وارث ـــــ "

" میں یہاں مطمئن ہوں شیخ ـــــ اب کام کی بات کرلو ـــــ میں ایک بار تم پہ اعتبار کر لیتا ہوں ـــــ کیونکہ کچھ وقت ہم نے ایک ساتھ اچھا گزارا ہے ـــــ "

" تمہارے پاس جو مال تھا تقریباً سات ساڑھے سات لاکھ کا تھا۔ "

" سات لاکھ کا ـــــ " وارث ہونٹ سکیڑ کر بولا۔

" چلو یونہی سہی ـــــ لیکن آدھا آدھا کر لیتے ہیں ـــــ اکیلے کھانے سے تمہیں ہضم نہیں ہوگا ـــــ بانٹ کر کھائیں گے تو پھر بھی مل بیٹھنے کا وقت

آسکتا ہے۔ اس طرح دوستی مضبوط ہو جائے گی ——"

"ٹھیک ہے تم آرام کرو میں ایک دو ہفتے تک سوچوں گا۔ اگر تمہاری بات سمجھ میں آ گئی تو تمہارا حصہ تمہیں پہنچ جائے گا ——"

"اور مجھے تمہاری واپسی کا انتظار رہے گا ——" شیخ مسکرا کر بولا۔

اور وارث چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا —— پھر ایکدم پلٹا اور باہر نکل گیا —— وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح شیخ کو نرم کرے اور اسے مرعوب بھی کرے —— جب وہ اپنے آمد والے راستے سے واپس جانے لگا تو پشت سے آواز آئی۔

"وارث اب گیٹ کی طرف سے جاؤ —— دوست بن کر جا رہے ہو، دشمن نہیں چوکیدار گیٹ کھول دے گا ——" یہ آواز شیخ کی تھی وارث کے ہونٹوں پہ آسودہ سی مسکراہٹ ابھر کر مٹ گئی۔ وہ راستہ بدل کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا —— چوکیدار کو شاید شیخ نے فون پہ اطلاع کر دی تھی کہ اسے راستہ دے دیا جائے۔ کیونکہ چوکیدار دالقفل لئے اس کا منتظر تھا۔ وارث اسے بھی محتاط انداز میں دیکھتے ہوئے باہر نکلا تھا۔ پھر دس منٹ بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھا واپس جا رہا تھا —— وہ سرد جنگ جیت چکا تھا —— خوش تھا کہ بڑے انسانوں سے جان چھوٹ گئی اور یہ سب کچھ اس نے اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پہ کیا تھا۔

جب وہ فلیٹ میں داخل ہو رہا تھا تو ایک بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔ زہرہ اس کی منتظر تھی ۔۔۔ اسے دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی پھر دوسرے ہی لمحے وہ اس سے یوں لپٹی جیسے اس کے جسم کا کوئی حصہ رہی ہو ۔۔۔ وہ خوشی سے رو پڑی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔

"میں خدا سے تمہاری زندگی کی گڑگڑا کر دعائیں مانگتی رہی ہوں اور مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے تم صبح تک نہ لوٹے تو شاید میرا ابھی دم نکل جائے گا ۔۔۔"

"آج رات تمہاری ہے زہرہ ۔۔۔" اتنا کہہ کر وارث نے اسے باہوں میں بھر کر بستر پہ لٹا دیا ۔۔۔ اور زہرہ ایکدم سمٹ گئی تھی جیسے اس کا پورا وجود چادر بن گیا ہو۔

زہرہ کے لئے صبح بڑی خوشگوار تھی۔ باتھ سے اس کے گنگنانے کی
آواز آرہی تھی ـــــ اور وارث جو ابھی تک بستر پہ دراز تھا، گہری سوچوں
میں اترا ہوا تھا ـــــ نجانے کیوں اس کا ذہن اُلجھ رہا تھا اور زہرہ جو باتھ
میں غسل لیتے ہوئے گنگنا رہی تھی، وارث کو زہر لگ رہی تھی ـــــ گو انہوں
نے رات کی صبح بڑی خوشگوار کی تھی اور زہرہ جو ایک مدت سے
پیاسی تھی، جی بھر کر سیراب ہوئی تھی ـــــ لیکن وارث نجانے کیوں محسوس
کر رہا تھا، جیسے اس عورت کو اپنا کر اس نے زندگی کی بدترین غلطی کی
ہے ـــــ اور دیکھا جائے تو وارث اگر اس انداز سے سوچتا کہ وہ بھی زندگی
میں سائرہ کے بعد اگر مطمئن ہوا تھا ـــــ اور فرحت بخش لمحوں سے ہمکنار
ہوا تھا تو اس لحاظ سے زہرہ بُری نہیں تھی ـــــ اس کی زندگی تو اس
بنجر زمین کی مانند تھی جس سے کبھی ہریالی پیدا نہ ہوئی ہو ـــــ لیکن وہ

اس وقت صرف یہ سوچ رہا تھا کہ جو اس کی اصل منزل تھی کیا وہ زہرہ کی وجہ سے کھو دے گا ــــ گو کہ وہ پہلے ہی اس سے بہت دُور تھی۔ لیکن اسے حاصل کرنے کے لئے جد وجہد تو کر سکتا تھا ــ لیکن زہرہ سنگِ گراں بن گئی تھی ــــ وہ ایک ادھوری عورت تھی ــــ اس کی طرح ــ جیسے وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ادھورہ تھا۔

جب زہرہ غسل سے کر باہر نکلی تو بہت زیادہ خوب صورت ہو گئی تھی ضرورت سے زیادہ نکھار اس پہ آیا تھا ــــ وہ مسرُور تھی ــــ اس کی آنکھوں میں چمک تھی ــــ ایسی چمک جو کسی انمول شئے کو پاکر انسان کی آنکھوں میں اتر آتی ہے۔

"اٹھو نا کب تک یوں لیٹے رہو گے۔ پانی گرم ہے غسل کر لو۔"

وہ اٹھلا کر بولی ــــ جیسے وارث اس کی جائیداد رہا ہو۔

وارث اٹھ گیا ــــ اور سیدھا غسل خانے میں جا گھسا۔

جب وہ باہر نکلا تو زہرہ نے اسے دودھ کا گلاس ہاتھ میں پکڑا دیا اور مُسکرا کر بولی۔

"چلو یہ پورا گلاس پی جاؤ ــــ صحت بنے گی ــــ"

"صحت میری پہلے بھی کچھ مناسب ہی ہے ــــ ویسے زہرہ، رات جو کچھ ہوا، مناسب نہیں ہوا ــــ میں شرمسار ہوں ــــ"

"ارے یہ کیا کہہ رہے ہو ــــ ؟" زہرہ اٹھلا کر بولی۔ "زندگی کے یہ چند لمحے ہی تو تھے جو اپنے تھے اور ــــ پھر ہم دونوں نے ذہنی طور پہ ایک دوسرے کو قبول کیا ہے ــــ اب صرف یہ سوچنا ہے کہ شادی کب کرنا ہے ــــ"

"شادی ــــ ؟" وارث تھوک نگل کر بولا ــــ دودھ کا گھونٹ سینے میں اٹک گیا تھا۔

"ہاں شادی جو اب بہت ضروری ہے اور ضروری اس لئے ہے کہ بھائی جان کو اس بات کا علم ہو چکا ہو گا کہ میں نے رات تمہارے پاس گزاری ہے ــــ"

وارث ایک تیز جھٹکے سے پلٹا تھا اور اس نے خالی گلاس ایک طرف رکھ دیا ــــ دوسرے ہی لمحے وہ کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھ گیا تھا "میں نکال دیتی ہوں ــــ تم ہٹ جاؤ ادھر سے۔ اب یہ کام تمہارے نہیں ہیں ــــ"

وارث نے بے بسی سے ہونٹ چبا ڈالا ــــ اور خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا ــــ زہرہ نے کپڑے نکالے تھے ــــ اور اسے مختلف جوڑے دکھلاتے ہوئے بولی۔

"دیکھو یہ ٹھیک رہے گا یا ــــ یہ آسمانی کلر کا سوٹ ــــ ؟"

"جو مناسب سمجھو نکال لو ۔۔۔" وارث کا لہجہ سرد پن لئے تھے۔
زہرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولی۔
"کیوں پریشان ہو ۔۔۔ پریشانیاں تو رات کو ہی ختم ہو گئی تھیں ۔۔۔"
وارث کچھ نہ بولا ۔۔۔ وہ سگریٹ سلگا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔
اس کی نگاہیں زہرہ پہ مرکوز تھیں جو سوٹ سے میچ کرتی ہوئی شرٹ تلاش کر رہی تھی ۔۔۔ وارث دیکھ رہا تھا کہ زہرہ جمال ایک بھرپور عورت ہے ۔۔۔ ہر زاویے سے خوب صورت اور دلکش انداز لئے ہوئے ۔۔۔ ایسی عورتیں مقدر والوں کو ملتی ہیں ۔۔۔ پھر میں کیوں اسے دھتکار رہا ہوں ۔۔۔ آخر میرا دنیا میں ہے کون ۔۔۔؟ سائرہ مجھے پندرہ سال سے قبول نہیں کر رہی ہے ۔۔۔ بچوں کی تربیت ہی اس نے کچھ اس انداز سے کی ہے کہ وہ باپ کا شاید نام بھی سننا گوارا نہ کریں ۔۔۔ پھر اس کی زندگی میں باقی کیا رہ جاتا ہے ۔۔۔؟ یہ زہرہ ۔۔۔ جو اس کی زندگی میں ہوا کے مشکبار جھونکے کی مانند داخل ہوئی ہے اور اس کے حواس پہ چھا گئی ہے ۔۔۔ پھر اس کا جرم بھی تو کوئی نہیں ۔۔۔؟ پیاسی ندی ہی تو ہے ۔۔۔ جو خشک سالی کا شکار ہو گئی ۔۔۔ بچے نہیں پیدا کر سکتی تو کیا ہوا ۔۔۔ مجھے بچوں کی ضرورت ہی کب ہے۔
"ناشتہ کس وقت ہوگا ۔۔۔؟" وہ اچانک اس کی طرف پلٹ کر بولی۔

"کس وقت ہونا چاہیئے ___؟"

"نو بجے ___ کیوں ٹھیک ہے نا ___؟"

"جیسے مناسب سمجھو ___" وارث نے ہتھیار ڈال دیئے۔

پھر سارا دن وارث آوارہ گردی کرتا رہا تھا ___ رات کو اس کی ملاقات توقیر خان سے ہوئی تھی ___ اور نجانے کیوں وارث اسے دیکھ کر شرمندہ ہو گیا تھا۔

"بھئی مسٹر وارث! اگر کسی شے کی ضرورت ہو تو بلا تکلف بتا دینا ___"

"فی الحال تو مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں جناب ___ آپ کی مہربانیوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں ___"

"زہرہ بتا رہی تھی کہ تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو ___ اور دیکھا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم دونوں سمجھ دار ہو ___ ویسے اگر تمہارے چند ایک رشتے دار اس شہر میں ہوں تو انہیں بلوا لو تاکہ اس نیک رسم میں شریک ہو جائیں اور اگر نہیں ہیں تو تب بھی کوئی پرواہ مت کرو ___"

وہ ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا اور وارث پریشان ہو کر اس کی صورت تکتا رہا۔

"کیوں مسٹر وارث! کیا پروگرام ہے اب ___ اگر یہاں کوئی واقف کار

نہیں تو پھر میں خود ہی انتظام کر لیتا ہوں ـــ "

"م ـــ مجھے کچھ وقت دیجئے۔ میں آپ کو حالات سے آگاہ کر دوں گا۔"

"حالات کیسے ـــ ؟ شادی کرنا ہے کوئی بر اعظم تو تلاش نہیں کرنا۔ مجھے بتاؤ کیا پرابلم ہے ـــ ؟"

"پھر بات کروں گا آپ سے جناب ـــ ! اس وقت مجھے کچھ اپنی پریشانی ہے ـــ"

"میاں پریشان ہونا چھوڑو، جینا سیکھو ـــ یہ دنیا ہے ـــ"

"جی ہاں درست فرمایا آپ نے ـــ " وارث تھوک نگل کر بولا۔
اور پھر توقیر خان اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر چلا گیا اور وارث سر پکڑ کر رہ گیا۔

کچھ دیر بعد زہرہ چلی آئی۔

"یہ حضور مراقبے میں کیوں گئے ہوئے ہیں ـــ ؟"

"جناب کے بھائی جان یوں شادی کا کہہ رہے تھے جیسے میں سہرا باندھے تیار بیٹھا ہوں ـــ "

"نہیں تیار بیٹھے تو تیاری کر لو ـــ کون سے بینڈ باجے بجانا ہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــ اس موضوع پہ پھر بات کریں گے۔ میں بہت

تھک گیا ہوں ـــــ سونا چاہتا ہوں اور ـــــ "

"اور میں چلی جاؤں کیوں ٹھیک ہے نا ـــــ ؟"

"مناسب تو یہی ہے ـــــ"

"میں رات تمہارے پاس رہوں گی ـــــ"

"لیکن اب شادی سے پہلے میں یہ مناسب نہیں سمجھتا ـــــ"

"میں رات یہاں رہنے کے لئے کہہ رہی ہوں، سونے کے لئے نہیں،" وہ ہنس کر بولی۔

اور وارث اُسے گھور کر بولا۔

"شادی بیاہ کیا گڑیا گڈے کا کھیل ہے ـــــ ؟"

"نہیں میرا اور تمہارا خیال ہے ـــــ" زہرہ ایک ادائے ناز سے اٹھلائی اور وارث آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹک گیا۔

وہ رات پھر بڑے جوبن کی تھی ـــــ دونوں نے رات کی صبح اپنی حسرتوں کو دل کی دھڑکنیں سنانے میں کی ـــــ اور پھر یونہی دن بیتتے چلے گئے ـــــ وارث زہرہ کی زلفوں کا اسیر ہو چکا تھا۔ نکاح کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا ـــــ دونوں دن رات خرید و فروخت کر رہے تھے ـــــ ہر روز گھر میں کچھ نہ کچھ آ رہا تھا۔ وارث نے خوبصورت قسم کا زیور تیار کروایا تھا ـــــ جو اس نے زہرہ کو دینا تھا ـــــ دیکھا جائے

تو زہرہ کے پیار کی شدت نے اسے کہیں سے کہیں جا پہنچایا تھا۔ وہ سب رشتے ناطے بھول گیا تھا ــــ پھر اس سے قبل کہ دونوں نکاح کے بندھن میں جکڑے جاتے، ایک عجیب وغریب واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

زہرہ بھائی کے فلیٹ میں تھی ــــ وارث کچھ دیر پہلے ہی لوٹا تھا۔ وہ زہرہ کو بتا کر جانا چاہتا تھا۔ لیکن زہرہ بھائی کے ہاں تھی

لیکن وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا ــــ اچانک دروازہ کھلا۔ اور سائرہ اندر داخل ہوئی ــــ اور وارث اسے دیکھ کر یوں صوفے سے اچھلا جیسے اسے بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو ــــ وہ اس کے سامنے کھڑی تھی پریشان حال ــــ زرد چہرہ لئے ــــ ایسا زرد چہرہ جیسے کسی بہت ہی قریبی عزیز کو دفنا کر آئی ہو۔

"وارث ــــ" اس نے ہونٹ لرزے تھے۔

"کہو ــــ کہو کیا بات ہے ــــ؟" وارث اس کی آواز سن کر جیسے سوتے سے بیدار ہوا ہو۔

"بب ــــ بیٹے کو بچالو ــــ وارث اپنے بیٹے کو بچالو ــــ"

اتنا کہہ کر وہ رو پڑی اور وارث تڑپ کر آگے بڑھا۔ اور سائرہ کو شانوں سے پکڑ کر بولا۔

"کیا ہوا میرے بیٹے کو ــــ؟"

اور سائرہ جواب دینے کی بجائے اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔
آہ ــــ پندرہ سال بعد اس کی محبوب بیوی اس کی باہوں میں پہلی بار سمائی تھی۔

"سائرہ ــــ بولو کیا ہوا اسے ــــ؟"

"وہ ــــ وہ تمہارے راستے پر چل نکلا ہے ــــ" سائرہ سسک پڑی تھی ــــ اس کے لہجے میں چھپا ہوا درد جیسے پورے وجود سے ابل رہا ہو ــــ وہ وارث کی باہوں میں پوری جان سے لرز رہی تھی اور وارث جیسے اندر سے ٹوٹ پھوٹ گیا ہو ــــ صرف ایک جملے نے کہ 'وہ تمہارے راستے پر چل نکلا ہے ــــ' اس کے لئے کس قدر غلیظ گالی تھی جیسے وہ گالی تھری ناٹ تھری رائفل سے نکل کر سیدھی اس کے سینے میں گھستی ہوئی دل میں پیوست ہو گئی ہو۔

یہ سائرہ ہی تو تھی جو پندرہ سال تک اس سے دور رہی ــــ جس نے زندگی کا خوب صورت اور جوان حصّہ ــــ صرف اولاد کو اس سے اس لئے دور رکھا کہ کہیں وہ باپ کا اثر قبول نہ کر لے ــــ اس نے اولاد کے لئے پوری زندگی تیاگ دی ــــ اپنے جذبات اور احساسات کو کچل کر گہری نیند سلا دیا ــــ اپنی جوانی کا ہر تقاضا مٹا دیا ــــ لیکن جب اس نے دیکھا کہ جس برائی سے بیٹے کو بچانا چاہتی تھی وہی اس نے اپنالی

ہے تو بے سہارا ہو کر شوہر تک چلی آئی۔ وارث نے اسے بڑے پیار سے
صوفے پہ بٹھا دیا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے دونوں ہاتھ
اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا ـــــ حوصلے سے بات کرو۔
مجھے بتاؤ کہ وہ کس راستے پہ چل نکلا ہے اور تو جو ایک چٹان تھی، ایکدم
سے کیوں گر گئی ـــــ؟"

سائرہ نے جو شوہر کا یہ انداز اپنائیت دیکھا تو آنسوؤں سے لبریز چہرے
کے درمیان بولی۔

"وہ وہی کچھ کر رہا ہے جو تم کرتے تھے ـــــ اسے بھی اپنی عزت
دور کرنے کا خیال آگیا ہے ـــــ جبکہ میں نے اسے تم سے دور رکھا
تمہارے سائے سے بھی بہت دور ـــــ لیکن یہ بھول گئی کہ اس کی
رگوں میں خون تو تمہارا ہی دوڑ رہا ہے ـــــ"

"نہیں سائرہ ایسا مت کہو ـــــ میں بُرا انسان نہیں تھا، اور نہ ہوں
ہاں تم سے دور رہ کر کچھ برائیاں ضرور اپنا لیں ـــــ اگر تم مجھے اپنی قربت
میں رہنے کا موقع دیتیں تو میں اتنی دور نہ نکل جاتا ـــــ اور آج جب تم
نے اپنے بیٹے کو میرا بیٹا کہہ کر پکارا ہے تو احساس ہوا کہ جب وہ برائی
کے راستے پہ نہیں چلا تھا تو تمہارا تھا ـــــ اور آج وہ کوئی برائی اپنا چکا

ہے تو میرا ہو گیا — چلو یونہی سہی — تم نے میرا بیٹا تو کہا —"

"کچھ کرو وارث — کچھ کرو — میرا بیٹا — میرا نہیں رہا —"

"گھبراؤ نہیں — سب ٹھیک ہو جائے گا — " وارث نے سائرہ کے دونوں ہاتھ چوم لئے — اور وہ پھر رو پڑی — اور بولی۔

"اٹھو — میرے پاؤں میں کیوں بیٹھ گئے ہو — تمہاری جگہ تو میں نے ہمیشہ دل میں رکھی ہے — صرف تمہیں اولاد سے دُور کیا تھا۔ اپنے آپ سے نہیں —"

اور وارث نے جیسے ہی پھر سائرہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ سائرہ نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور بولی۔

"کچھ کرو وارث — میرا بیٹا مجھے لوٹا دو —"

"چلو مجھے گھر لے چلو — اور اپنی اولاد کو بتاؤ کہ میں کون ہوں —"

"نن — نہیں — میں یہ نہیں کر سکتی —"

"کیوں نہیں کر سکتیں — ؟ آخر کیوں نہیں — ؟"

"تم جو کاروبار کرتے ہو — ان لوگوں سے تمہارا واسطہ ہے۔ خرم نے بھی جو راستہ اپنایا ہے — تم ان لوگوں کا سراغ لگاؤ اور انہیں منع کرو کہ تمہارے بیٹے کو دھتکار دیں — اسے ایسے روپوں کی ضرورت نہیں — جسے حاصل کر کے دلوں سے دھواں اٹھے اور گھروں سے جنازے

اٹھنا شروع ہو جائیں — تم جو کاروبار کرتے ہو — تم نے کبھی اس کے بارے سوچا کہ اس سے کتنی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں — کتنا خون بہہ رہا ہے اور کیسے کیسے گھر اجڑ رہے ہیں —؟"

"مم میں اب کچھ نہیں کرتا — بس سمجھ لو کہ کچھ نہیں کرتا — تم مل گئی ہو تو سب کچھ بھول جاؤ — اور —" وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا — اسے اپنی پشت پہ آہٹ سی سنائی دی تھی — پھر دروازے کے پٹ سے ٹیک لگائے اس نے زہرہ کو کھڑے دیکھا۔

سائرہ کی نظریں بھی اس پہ گڑھی ہوئی تھیں۔

"یہ — یہ میری بیوی ہے سائرہ —" وارث کی آواز درمیان میں ٹوٹ گئی — اور زہرہ وہیں ساکت بت بنی کھڑی رہی۔

"آؤ چلیں —" اچانک وارث نے سائرہ کو سہارا دے کر اٹھایا اور اسے لے کر زہرہ کے قریب سے گزرتا ہوا — باہر نکل گیا۔

نکل تو وہ گیا تھا — لیکن زہرہ کے ہونٹوں سے نکلنے والی کراہ اسے صاف سنائی دے گئی تھی — یہ دل ٹوٹنے کی آواز تھی — وہ سائرہ کو لئے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ سائرہ سے کہہ رہا تھا کہ —

"سائرہ! تم گھر جاؤ — میرا انتظار کرنا — میں بہت جلد آؤں گا۔

اور اس یقین کے ساتھ آؤں گا کہ تیرا بیٹا پھر کسی غلط راستے پر نہیں چل سکے گا ـــ تیرا گھر جنت بنا دوں گا اور تمہیں بھی تو ایسے ہی گھر کی تمنا تھی۔"

سائرہ نے اس کی طرف لرزتی نگاہوں سے دیکھا اور وارث نے اس کے قریب سے گزرتی ہوئی ٹیکسی روک کر اس میں بٹھا دیا۔

"خدا حافظ سائرہ ـــ" وہ جاتی ہوئی ٹیکسی کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔

پھر دوسرے ہی لمحے وہ فلیٹ کی طرف بھاگ رہا تھا ـــ اوپر پہنچا تو زہرہ کو گم صم صوفے پر بیٹھا پایا ـــ وہ ایکدم ٹھٹھک گیا ـــ دونوں کی نگاہیں ملیں ـــ اور وارث نگاہیں چرا گیا ـــ وہ آگے بڑھا اور ریوالور کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔

"معاف کرنا زہرہ ـــ میں نے تمہیں کئی بار بتانا چاہا تھا ـــ لیکن تم نے کبھی موقع ہی نہیں دیا ـــ میرا بیٹا اس وقت خطرے میں ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے ـــ میری بیوی نے اپنی اولاد کو برائی سے دور رکھنے کے لئے مجھے اپنے سے دور کر دیا تھا ـــ لیکن برا ہو وقت کا کہ وہ اپنے آپ کو دوہرا گیا ـــ بس یوں سمجھ لینا کہ ایک دوراہے پر دو اجنبی ملے تھے ـــ اور پھر اپنے اپنے راستوں پر چل دیئے ـــ خدا حافظ زہرہ خدا حافظ ـــ میری زیادتیاں معاف کر دینا ـــ" اتنا کہہ کر وارث جانے کے لئے پلٹا ـــ اور زہرہ اسی لمحے بولی۔

سسکتی ہوئی تڑپتی ہوئی آواز تھی۔

"سنو ــــ !"

اور وارث رک گیا۔

زہرہ چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک آہ کے ساتھ بولی۔

"جاؤ ــــ خدا حافظ ــــ" اتنا کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور وارث چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا ــــ پھر بڑی آہستگی سے باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وہ شیخ امان اللہ کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

اسے احساس تھا کہ اس کے بیٹے کو اس راستے پہ ڈالنے والا سوائے اس انسان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ــــ اس کے ذہن میں بگولے سے چکرا رہے تھے۔ جب وہ شیخ امان اللہ کے بنگلے کے گیٹ پہ پہنچا تو اس نے چوکیدار سے کہا کہ اندر اطلاع کر دو کہ وارث ملنے آیا ہے۔

چوکیدار جو دہی تھا اسے گھور کر دیکھا اور پھر قریب رکھے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا ــــ کچھ دیر بعد وہ اجازت ملنے پہ اندر جا رہا تھا ــــ اس نے شیخ کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے جیب میں رکھے ہوئے ریوالور کی موجودگی کا احساس اسے چھو کر گیا تھا ــــ پھر اس نے دروازے پہ پہنچ کر دستک دینا گوارا نہیں کیا ــــ ایکدم اندر

داخل ہو گیا ـــــ لیکن وہاں شیخ تنہا نہیں تھا ـــــ تین آدمی مزید موجود تھے اور یہ شیخ کے باڈی گارڈ تھے۔ شہر کے چھٹے ہوئے بدمعاش ـــــ اور شیخ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ ابھری تھی ـــــ وہ وارث کو دیکھ کر بولا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم بہت جلد آؤ گے ـــــ اور دیکھو آ گئے ـــــ"

"ہاں مجھے آنا تھا ـــــ کیونکہ تم جیسے انسان کی کمینگی کو نظر انداز کر گیا تھا ـــــ اب صرف اتنا بتا دو کہ میرے بیٹے کو تم کس طرح جانتے تھے ـــــ؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا ـــــ وارث جب تم جیل سے فارغ ہو کر آئے تھے تو تمہارا مسلسل تعاقب کیا جا رہا تھا ـــــ اور اسی تعاقب کے دوران معلوم ہوا کہ ـــــ تم دراصل کون ہو ـــــ اور گھر سے کیوں دور رہتے ہو ـــــ تمہارا بیٹا بے کار تھا ـــــ لہٰذا اسے کام پر لگانا کوئی مشکل کام نہیں تھا ـــــ اب تم ہمارا تمام سودا ہمیں واپس لوٹا دو گے یا پھر وہ رقم جو تم حاصل کر چکے ہو ـــــ"

وارث کے ہونٹوں پر زہرخند دوڑ گیا ـــــ اور بولا۔

"مجھے جب پتہ چلا کہ میرا بیٹا میرے راستے پر چل نکلا ہے تو مجھے تمہارا خیال آیا ـــــ اور دیکھ لو کہ میں سیدھا تمہارے پاس آ پہنچا ہوں اور

اب میں چاہتا ہوں کہ اس کہانی کو انجام دے دوں — جو مسلسل پندرہ سال سے میرا پیچھا کر رہی ہے —" اتنا کہتے ہی وارث نے جیب سے ریوالور نکالا اور بڑی تیزی سے تینوں بدمعاشوں کو شوٹ کر دیا — بس تین لمحے خرچ ہوئے تھے — وہ تینوں سینوں پہ ہاتھ رکھ کر ڈہیں دوہرے ہو گئے — شیخ امان اللہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا تھا — اور وارث اس کی طرف ریوالور کرتے ہوئے بولا۔

"میرا نشانہ بہت شاندار ہے شیخ — دراصل تم نے مجھے سمجھنے میں بہت غلطی کی — تمہیں بتایا تھا کہ ایک جیسے دو انسان ایک شہر میں نہیں سما سکتے — تم نے میرے بیٹے کو اس دھندے میں ڈال کر اپنی موت کو آواز دے لی ہے — اور آج میں اس شہر کو ایک زہریلے ناگ سے پاک کر دوں گا —"

"نن — نہیں — تم ایسا نہیں کر سکتے —" شیخ اپنے مردہ ساتھیوں کو دیکھ کر گھبرا کر بولا۔

"مجھے کون روک سکتا ہے اب — آج پہلی بار تو میری بیوی نے مجھے آواز دی ہے — اور مجھے احساس ہوا ہے کہ میں ایک زندہ انسان ہوں —" اتنا کہہ کر وارث نے شیخ کے دل کا نشانہ لے کر گولی چلا دی — ایک بار پھر دھماکہ ہوا — اور شیخ دل پہ ہاتھ رکھ کر وہیں

دوہرا ہو گیا۔

"خس کم جہاں پاک —— " وارث ہڑبڑا کر تیزی سے واپس مڑا۔
اور واپسی پہ اس نے بڑے آرام سے چوکیدار کو بھی موت کی
گہری نیند سُلا دیا —— اور یوں ہاتھ جھاڑ کر باہر نکلا —— جیسے تمام دکھ
درد ختم کر بیٹھا ہو۔

اس کے سر پانچ خون تھے —— لیکن گواہ کوئی نہیں تھا —— اس نے نشان تک نہیں چھوڑا تھا —— اس نے شہر کو ایک بدترین برائی سے بچا لیا تھا —— ایسے انسانوں کو ختم کیا تھا —— جو معاشرے میں زہر پھیلا رہے تھے —— چاہتا تو خود آرام سے زندگی بسر کر سکتا تھا —— لیکن وہ سیدھا پولیس اسٹیشن جا پہنچا تھا —— اسے پولیس اسٹیشن ہی آنا چاہیئے تھا۔

کیونکہ وہ زہرہ کے دل ٹوٹنے کی آواز سن چکا تھا۔

جس نے زندگی کے آخری حصے میں اپنا ایک ساتھی چنا تھا —— اور جب منزل قریب آ پہنچی تھی تو وہ غیر نکلا تھا —— وارث کو یقین نہیں تھا کہ حالات یوں ایکدم اپنا رُخ تبدیل کر دیں گے —— وہ تو صرف یہی جانتا تھا کہ —— پندرہ سال جس طرح سائرہ کی بے رخی کی نذر ہو گئے تھے۔ باقی

زندگی بھی یونہی بیت جائے گی ــــ یہی وجہ تھی کہ اس نے زہرہ کو قریب آنے دیا تھا ــــ اور پھر وہ خود بھی محبت کو ترسا ہوا انسان تھا ــ پندرہ سال سے محبت کے دو میٹھے بولوں کے لئے ترستا اور تڑپتا رہا تھا۔ پیاس اس حد تک جا پہنچی تھی کہ زہرہ جمال کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ــ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مجبور کر دیا گیا ــــ اور جبکہ اسے سائرہ نے اپنا کہہ کر آواز دی تو وارث یوں بیدار ہوا ــــ جیسے مدت سے سوتا رہا ہو۔ اس نے یہی تو کہا تھا کہ اپنے بیٹے کو بچالو ــــ کس قدر التجا تھی اس کے لہجے میں ــــ اور کس قدر اپنا جان کر اس تک چلی آئی تھی ــــ اور وارث نے اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

اور اب زہرہ کے پاس بھی نہیں جا سکتا تھا ــــ لہٰذا اس نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

جب صبح کے اخبار چیخ اٹھے اور خرم کے ہاتھ سے اخبار چھوٹا تو وہ زرد ہو کر رہ گیا ــــ کیونکہ جن آدمیوں کو وارث نامی انسان نے قتل کیا تھا ــــ وہ سب اس کے جانے پہچانے چہرے تھے ــــ یہ وہی لوگ تو تھے جنہوں نے اسے بے کاری میں روزگار مہیا کیا تھا ــــ اور وہ سب قتل کر دیئے گئے تھے ــــ خرم پریشان تھا ــــ وہ اس وقت گھر سے کچھ فاصلے پر کیفے ایرانی کے ہال میں بیٹھا ہوا تھا ــــ جہاں وہ

اکثر چائے پیا کرتا تھا۔

اس نے مزید خبر کو پڑھا ــــ وارث نامی انسان جس نے پانچ آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد پولیس کو یہ بیان دیا تھا۔

"میں خود ایک پاپی انسان ہوں۔ پندرہ سال قبل بے روزگاری سے تنگ آکر میں نے اس لعنتی اور کالے دھندے کو شروع کیا تھا ــــ تاکہ میرے بچے بھوک سے بلک بلک کر نہ مر جائیں ــــ لیکن میری بیوی نے مجھے اور میری اس کمائی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اور مجھے گھر چھوڑ دینا پڑا ــــ بلکہ بیوی نے اپنے بچوں کو میرے سائے سے بچانے کے لئے مجھے ان سے دُور کر دیا ــــ اور آج جب میں نے دیکھا کہ منزل سے بہت دور جا چکا ہوں ــــ اور میری اولاد مجھ جیسے انسان سے ملنے کو تیار نہیں ــــ تو میں نے اس برائی کو ہی ختم کر دیا ــــ جس نے سینکڑوں ہزاروں گھر برباد ہو رہے تھے میں نہیں چاہتا تھا کہ پھر مجھ جیسا کوئی انسان حالات سے تنگ آکر اس راستے پر چل نکلے ــــ جو مجھے بیوی اور بچوں سے دور لے گیا تھا ــــ کیونکہ ایسی کمائی کرنے والے نوجوان کبھی بیوی کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں اور کبھی ماں اور بہن

کو دھوکہ دے کر اپنے حالات سنوار رہے ہوتے ہیں ___ میں نے اس شہر سے ان لوگوں کو ختم کر دیا ہے ___ جو اس کاروبار کے بانی تھے ___ جنہوں نے مجھ جیسے انسانوں کی زندگیاں برباد کر ڈالی تھیں ___ اب مجھے موت کا کوئی خوف نہیں ___ کم از کم مرتے وقت یہ تو سکون ہوگا کہ ایک نیک کام کر چلا ہوں. شاید خدا مجھے معاف کر دے ___ اور میری بیوی اور بچے بھی مجھے معاف کر دیں ___ "

یہ تھا وہ بیان جو وارث کی طرف سے ___ ایک خونی کی جانب سے شائع ہوا تھا ___ جسے پڑھ کر خرم پسینہ پسینہ ہوگیا تھا ___ جب وہ گھر پہنچا تو سیدھا ماں کے قدموں پہ آگرا تھا ___ اور رو رو کر کہہ رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دو ماں ___ مجھے معاف کر دو ___ میں بُرے راستے پہ چل نکلا تھا ___ "

تب سائرہ نے اسے سینے سے لگا کر پوچھا تھا۔

"کیا ہوا بیٹے ___ ؟ کیا ہوا ؟ کیوں پشیمان ہو رہے ہو ___ ؟ بتاؤ کس راستے پہ چل دیئے تھے تم ___ ؟"

تب خرم نے سائرہ کو بتایا کہ وہ بے روزگاری سے تنگ آکر جس راستے پہ چل نکلا تھا ___ لیکن ایک انسان نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔

پھر جب پوری خبر خرم نے سائرہ کو سنائی تو وہ چکرا کر ایک دم بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا اماں ـــــ؟"

"وہ تیرا باپ ہے بیٹے ـــــ وہ عظیم انسان تیرا باپ ہے ـــــ اور یہ سب کچھ اس نے تمہیں بچانے کے لئے کیا ہے ـــــ مجھے بتاؤ وہ اس وقت کہاں ہے ـــــ؟ اسے اپنی اولاد کی اور بیوی کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی کرو بیٹے ـــــ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں ـــــ"

خرم نے ماں کو سنبھالا ـــــ اور پھر سائرہ نے پندرہ سال کی داستان بیٹے کو سنا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ ان کے گھر آنے والا مہمان کون تھا۔

کمرے میں ایک سناٹا مسلط تھا ـــــ اور اس سناٹے میں دو دل تیزی سے دھڑک رہے تھے ـــــ ایک دل باپ کے گلے لگنے کے لئے تڑپ رہا تھا ـــــ اور دوسرا دل شوہر کے پاؤں میں بیٹھنے کو ترس رہا تھا۔ پھر دل بیتے چلے گئے ـــــ اور وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بیٹھا ہوا انسان ـــــ سوچ رہا تھا کہ اس نے اس گھناؤنے راستے پہ چل کر کیا کھویا اور کیا پایا ـــــ جب اسے بتایا گیا کہ اس کی ملاقات آئی ہے تو وہ بے تابی سے اٹھا تھا اور بھاگتے ہوئے وہاں تک پہنچا تھا۔ اس کے سامنے اس کا بیٹا خرم، بیٹی انا ـــــ اور اس کی بیوی سائرہ کھڑی تھی۔

سائرہ نے آگے بڑھ کر وارث کے پاؤں کو چھُوا تھا ــــ اور بیٹا، باپ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ــــ آنکھوں سے لگا کر رو پڑا تھا ــــ اور قریب کھڑی انا کے ہاتھوں میں پکڑا ہوا چائے کا تھرماس شدتِ جذبات سے لرز رہا تھا۔

"قریب آؤ بیٹی ــــ دور کیوں کھڑی ہو ــــ" وارث تڑپ کر بولا۔

"مم ــــ میں آپ کے لئے چائے لائی ہوں ابّو ــــ چائے جو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے ــــ نہ دودھ کسی سے مانگا ہے اور نہ پتی ــــ" اتنا کہہ کر وہ باپ کی باہوں میں سما گئی ــــ وہ رو رہی تھی اور لرزتی آواز میں کہے جا رہی تھی۔

"ابّو ــــ! میں نے اس دن آپ کو چائے نہیں پلائی تھی ــــ آپ کی قسم ــــ مم ــــ میں زندگی بھر چائے نہیں پیوں گی ــــ مجھے نہیں معلوم تھا کہ چائے پینے والا میرا باپ ہے ــــ مجھے معاف کر دیں ابّو ــــ مجھے معاف کر دیں ــــ"

"پگلی ایسی باتیں نہیں کرتے ــــ میں نے آج اپنی کھوئی ہوئی منزل کو پا لیا ہے ــــ میں تو نامکمل تھا ــــ ادھورا تھا ــــ بس اپنی ماں کا خیال رکھنا ــــ یہ بہت عظیم ہستی ہے ــــ بہت ہی عظیم ــــ"
انا باپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر بولی۔

"یہ چائے تو پی لیں ابو — مم — میں اپنے ہاتھوں سے بنا کر
لائی ہوں — "

اور تب وارث نے پھر اپنی بیٹی کو اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔
تاریک راہوں کا مسافر — منزل پہ پہنچ کر پھر تاریکیوں میں کھو گیا تھا۔
ہاں — تاریک راستے اندھے ہوتے ہیں — اور اندھے راستے
ہی منزل کا پتہ نہیں دیتے۔

تحریر : مینا ناز

اس آگ کی کہانی۔ جو ہر وجود میں بھڑک رہی ہوتی ہے۔ اس عورت کی داستان عبرت جس کے سرد خون میں کوئی بھولی بھٹکی چنگاری موجود تھی جس نے بھڑک کر اپنے آپ کو ہی نہیں اپنے گھر کو بھی جلا ڈالا تھا۔

قیمت -/۱۸ روپے

امریکہ کی ڈائری
پردیس کی کہانی جہاں پاکستانی فیملیز آباد ہیں
تحریر۔ ف ن
ترتیب۔ مینا ناز
ان انسانوں کی کہانی جو عورت کو عزت نہیں سمجھتے اس معاشرے کی بے حیائی کی داستان جسے ہم لوگ فیشن سمجھ لیتے ہیں۔ اور اپنی عورتوں کو دوسرے کی عورت سے بدل لیتے ہیں۔ امریکی معاشرے سے آئی ہوئی ایک ڈائری کے اوراق جسے میناز پیش کر رہے ہیں۔ ان انسانوں کے لیے بطور عبرت جو دوسروں کے رنگ اپنا کر اپنا رنگ بھی کھو دیتے ہیں۔
قیمت ۲۴ روپے

جوانی کے بازار میں لین دین کرتے وقت رشتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جوانی اپنے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنی خود ساختہ منطقیں اور فلسفے ایجاد کر لیتی ہے

قیمت ۱۸/- روپے

جیل کی راتیں جیل کے دن

راوی:۔ اعزاز رشید ڈار
تحریر:۔ مینا ناز

جیل جسے اصلاح خانہ کہا جاتا ہے۔
درحقیقت وہ تباہ خانہ ہوتا ہے جہاں
سے باہر آکر انسان شرافت کی زندگی نہیں
گزار سکتا۔ کیونکہ قانون شکنی کے گر
جیل اسے سکھلا کر باہر بھیجتی ہے۔

ایک زندہ تحریر جو ادب کی آبرو ہے

راوی :- اُم کلثوم
تحریر: مینا ناز

وہ مجاہد تھا۔ یا ڈاکو جس نے اپنے خون سے افغانستان کی تواریخ کو بدل دیا۔ وہ لڑکی جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سفر یوں کرتی تھی جیسے بندوق سے نکلی ہوئی گولی اور جب دونوں کردار آپس میں ٹکرائے تو ہر سو پہاڑیاں ــــ لہو ــــ لہو ــــ ہو گئیں.

انتساب

کالا دھندہ کرنے والوں کے نام
جو نسلِ انسان کے قاتل ہیں